

ایک دروازہ آدھی کچھ اس انداز میں زینے طے کر رہا تھا جیسے بہت زیادہ پی
 گیا ہو۔ وہ ہر زینے پر لڑکھڑاکر دیوار کا سہارا ضرور لیتا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ
 رنگ کا اوور کوٹ تھا جس کے کالر سر تک اٹھتے ہوئے تھے اور پچھلےٹ ہیٹ
 کا گوشہ اس طرح پیشانی پر جھکا ہوا تھا کہ اس کی صورت نہیں دیکھی جاسکتی تھی۔
 حالانکہ پیرا ماؤنٹ بلڈنگ میں لفٹ بھی موجود تھی لیکن نہ جانے کیوں
 اس نے زینوں کو لفٹ پر ترجیح دی تھی۔ کیا نشے کی حالت میں اس کے قدم
 خود کشی کی طرف بڑھ رہے تھے؟ کیا شراب نے اس کا دماغ ماؤنٹ کر دیا تھا؟
 اگر یہ پیرا ماؤنٹ بلڈنگ کا واقعہ نہ ہوتا تو لوگ اسے حیرت سے دیکھتے!
 یہاں کسے اتنی فرصت تھی کہ اس کی اس عجیب و غریب حرکت پر غور کرتا۔
 یہ پیرا ماؤنٹ بلڈنگ تھی.... منہر کا سب سے بڑا تجارتی مرکز!

اس سہفت منزلہ عمارت میں سینکڑوں تجارتی دفاتر تھے۔ یہاں دن بھر آدمیوں کی ریل پیل رہتی تھی۔ اس کے باوجود بھی یہاں عجیب باتوں پر نظر رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔

طویل قامت آدمی اسی انداز میں زینے طے کرتا رہا۔ رات کے آٹھ بجے تھے۔ لیکن اس وقت بھی عمارت کی کھڑکیوں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ یہاں بہت سے دفاتر ایسے تھے جو دن رات کھلے رہتے تھے۔

طویل قامت آدمی تیسری منزل کی ایک راہداری میں مڑ گیا۔ لیکن اب وہ لگ گیا تھا۔ اس نے ایک بار مڑ کر پیچھے دیکھا اور پھر چلنے لگا۔ لیکن اب اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ کی بجائے لنگڑاہٹ تھی۔ زینوں پر یہ لڑکھڑاہٹ معلوم ہوتی تھی ایک فلیٹ کے دروازہ پر وہ رکا۔ جس پر لگے ہوئے بوڈی پر تھری تھا۔
”الٹھرے اینڈ کو فارورڈ ٹنگ اینڈ کلیرنگ ایجنٹس“

دراز قد آدمی نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اور ہلکی سی کراہ کے ساتھ دیوار سے لگ گیا۔ اندر سے دروازہ کھلتے ہی وہ پھر سیدھا کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ دروازہ کھولتے والا ایک ۸ سالہ لڑکا تھا جس کے جسم پر چپرا سیدھا کی مددی تھی۔

دراز قد آدمی نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر وہ دافے سے باہر کھینچ لیا۔ اور بھڑائی ہوئی آواز میں بولا ”بھاگ جاؤ۔۔۔۔۔ بھٹی۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ سیکنڈ شو دیکھنا“ اس نے جیب سے ایک ٹراٹرا انوٹ نکالی کہ لڑکے کی منگھی میں بند کر دیا۔

”سلام صاحب! لڑکے نے فریبوں کنے سے انداز میں آنے سلام کیا۔
”سلام! بھاگ جاؤ۔ دراز قد آدمی بھڑائی ہوئی آواز میں منہا۔

گھنی مونچھیں ہونٹوں کو ڈھکے ہوئے تھیں۔ گالوں کے پھیلاؤ سے لڑکی کو اس مسئلہ ہٹ کا احساس ہوا تھا۔

”کیا میں کچھ خدمت کر سکتی ہوں؟“ لڑکی نے کہا۔ وہ بہت زیادہ متاثر نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رووے گی۔

گھنی مونچھوں سے المہقرے کے سفید دانقہ کی قطار جھانکنے لگی وہ ہنس رہا تھا۔ ”تم بہت کمزور دل کی معلوم ہوتی ہو۔ میری مدد نہیں کر سکو گی۔ میری زبان میں دیوالہ کی گولی موجود ہے۔ اسے میں خود ہی نکال لوں گا۔۔۔۔۔ تم جاؤ!“

”میں ڈاکٹر کو فون کر دوں؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ بے بی۔۔۔۔۔ تم جاؤ۔۔۔۔۔ میں خود بھی کسی ڈاکٹر سے مددے سکتا تھا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔“

”جھگڑا ہوا تھا؟“

”نہیں!“ المہقرے نے خشک لہجے میں کہا۔ غالباً وہ لڑکی کے سوالات سے اکتا گیا تھا اور چاہتا تھا کہ اب وہ چلی ہی جائے۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان بھر کر بولا۔ ”یہ ایک اتفاقیہ حادثہ کا نتیجہ ہے۔ ورنہ میں یہاں آنے کی بجائے پولیس اسٹیشن جاتا۔۔۔۔۔ ہم نشانہ بازی کی مشق کر رہے تھے۔ مگر تم اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گی۔“

”اوہ۔۔۔۔۔ نہیں مشر المہقرے۔۔۔۔۔ مگر آپ تنہا ہیں۔۔۔۔۔ اکیلے آپ کیا کر سکیں گے۔ کس طرح گولی نکالیں گے؟“

”اچھا تم کیا کر سکو گی؟“

”میں ایک تر بیت یافتہ نرس ہوں۔۔۔۔۔ مشر المہقرے!“

”عجب ہے۔“ المہقرے کی آنکھوں سے شبہ جھانکنے لگا۔ تم نے پہلے

لوٹکا تیری سے چلتا ہوا زینوں پر مڑ گیا۔ دروازہ قد آدمی فلیٹ میں داخل ہوا
 دروازہ بند کر کے اس نے اپنا اور کوٹ اتار دیا۔ فلیٹ ہیٹ اتار کر اسٹینڈ پر پھینکی
 اور دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ یہ ایک سفید خام غیر ملکی تھا۔
 دوسرے کمرے میں داخل ہو کر اس نے ٹائپ رائٹر پر جھکی ہوئی لوٹکی کو
 جھنجھوڑ ڈالا۔ وہ اؤنگھڑی تھی۔

”کیا تم یہاں سونے کے لئے آئی ہو؟“ لمبے آدمی نے غرا کر کہا۔
 ”نہیں! مسٹر الحقیرے.... مجھے انسو ہے۔“ لوٹکی خوفزدہ نظر آنے
 لگی تھی۔ دروازہ قد آدمی نے ایک بھڑا سا قہقہہ لگایا اور جیب میں ہاتھ ڈال
 کر دس کا ایک نوٹ کھینچتا ہوا بولا ”جاؤ.... چھٹی.... سکیڈر شود بیکنا!“
 لوٹکی متحیر رہ گئی۔ یہ ایک چھوٹے قد کی معصوم صورت پریشین لوٹکی تھی۔
 ”میں نہیں سمجھی جناب! اس نے اُستے کہا۔“
 ”تم چھٹی نہیں سمجھتیں... جاؤ.... آج اوور ٹائم نہیں ہوگا۔“ اس نے
 نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”شکر یہ مسٹر الحقیرے.... پلیز۔“ لوٹکی نوٹ لے کر اپنا وینٹی بیگ
 سنبھالنے لگی۔ دفعتاً اس کی نظر فرش پر جا پڑی جہاں الحقیرے کھڑا ہوا تھا۔ اعد
 وہ ہونٹ سکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

”خون.... مسٹر الحقیرے....“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی ”آپ نفی ہیں
 ... مسٹر الحقیرے.... آپ کا پیر۔“
 پھر اس کی نظر الحقیرے کی دان بوجھ گئی جہاں پتکون میں ایک سداخ تھا۔ اعد
 اس کے گرد خون کا ایک بڑا سا دھبہ.....

”اوہ.... یہ کچھ نہیں۔“ الحقیرے مسکرایا ”میں زخمی ہو گیا ہوں۔“ اس کی

کہیں نہیں بتایا۔ تم تو ایک اچھی اسٹینوگرافر ہو۔

”جی ہاں! شادٹ ہینڈ میں نے اُس پیشے کو ترک کرنے کے بعد سیکھا تھا۔“

”اے... جھا... او... میں دیکھوں گا کہ تم میری کیا مدد کر سکتی ہو۔“

تیسرے کمرے کی ایک الماری کھول کر القترے نے فرسٹ ایئر کا سامان نکالا۔ اسی کے ساتھ جراحی کے کچھ آلات بھی برآمد ہوئے جنہیں لڑکی نے ایک برتن میں ڈال کر بیٹری پر رکھ دیا۔

”گھر مشر القترے!.... گولی کون نکالے گا؟“

”میں نکالوں گا۔“ القترے مسکرایا۔

”مجھے حیرت ہے..... آپ ہم لوگوں کی طرح معمولی آدمی نہیں معلوم ہوتے!“

”اوہ... نہیں تو.....“ القترے ہنسنے لگا۔

وہ زخم کھول چکا تھا۔ جس سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔ لڑکی نے اسے حیرت سے دیکھا اور القترے کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن وہ پرسکون نظر آ رہی تھا۔ لڑکی کی حیرت اور بڑھ گئی۔

”سوئی! تم متحیر ہو؟“ القترے نے چہرہ قہر لگایا۔ ”میرا سارا جسم زخموں سے داغدار ہے۔ پچھلی جنگ میں میرے جسم کا قیمہ بن گیا تھا۔ پھر مجھے نے ڈاکٹروں کو متحیر کمرے کے چھوڑا۔ ان کا خیال تھا کہ میرے جسم میں کوئی خبیث روح موجود ہے.... اگر شریف روح ہوتی تو کہیں کی پرواز نہ کر چکی ہوتی۔“

سوئی متحیرانہ انداز میں صرف سنتی رہی کچھ بولی نہیں.... القترے نے کھلتے ہوئے پانی کے برتن سے ایک جیٹی نکالی اور سوئی اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی.... وہ سوچ رہی تھی کہ یہ آدمی پتھر کا ہے یا فولاد کا....

وہ اتنے ہی اٹھاک کے ساتھ زخم سے گولی نکلانے میں مشغول تھا جیسے مقبض میں چھپی ہوئی کسی پھانسی کو سوئی سے کرید رہا ہو۔ گولی کے نکلنے میں دیر نہیں لگی۔ التقرے آواز سے ہنسی رہا تھا.... سوزی کو یہ ہنسی کچھ ہذیانی قسم کی معلوم ہوئی۔ بالکل ایسی ہی جیسے شدت درد سے کراہیں نہ نکلی ہوں قہقہہ چھوٹ پڑے ہوں۔

اب تم اپنا کام شروع کر دو! اس نے کہا۔

مگر جناب! آپ کے فرسٹ ایڈیکس میں مرکزی کمرے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

وہی چلنے دو۔ پرواہ مت کرو۔ میں اس وقت کہیں نہیں جاسکتا۔ اور نہ ڈاکٹر کو طلب کر سکتا ہوں۔

سوزی زخم کی ڈریسنگ کرنے لگی۔ مگر اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔ نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پچ پچ کسی غمیش روح کے چکر میں پڑ گئی ہو۔

ڈریسنگ ہو جانے کے بعد التقرے نے سوزی سے کہا.... لڑکی میں تم سے بہت خوفزدہ ہوں۔ ابھی سے نوٹ کر لو کہ میں یورپ کے دورے پر جلتے وقت تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس سے تمہارے تجربات میں اضافہ ہوگا۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں! مسٹر التقرے! سوزی نے غلامانہ انداز میں کہا۔

مگر دیکھو.... تم میرے زخمی ہو جانے کا تذکرہ کسی سے نہیں کرو گی.... اس سے خدشہ ہے کہ میرا وجہ موت مصیبت میں چھپس جائے.... جس کی گولی سے میں زخمی ہوا تھا۔

”میں کسی سے بھی تذکرہ نہیں کروں گی جناب!“
”شکریہ!.... اب تم جا سکتی ہو۔“

سوزی مزید کچھ کہے بغیر فلیٹ سے نکل آئی.... نہ جانے کیوں اس کے
ذہن پر ایک انجانا سا خوف مسلط ہوتا جا رہا تھا!



عمران کے اس فون کی گھنٹی بجی جس کے نمبر ٹیلیفون ڈائریکٹری میں درج نہیں تھے۔ اس نے ریسورس اٹھالیا.... دوسری طرف سے بولنے والی جو لیانا فٹرز ڈاٹر تھی۔
 • تنویر بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہے جناب !

• کیسے... کس طرح ؟

• سراج گنج کی ایک تارکک لگی میں اسے چند نامعلوم آدمیوں نے گھیر لیا۔ غالباً وہ اسے پکڑے جانا چاہتے تھے۔ لیکن تنویر نے فائرنگ شروع کر دی۔ جواب میں ان لوگوں نے بھی گولیاں چلائیں۔ تنویر کے دونوں بازو زخمی ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس وقت سمول ہسپتال میں ہے۔ غالباً اب پولیس اس کا بیان لینے کے لئے پہنچ گئی ہوگی۔

• کیا تنویر حملہ آوروں میں سے کسی کو پہچان سکا تھا ؟
 • نہیں جناب ! لگی تارکک تھی.... یہ اس کا خیال ہے کہ اس نے ان میں سے ایک آدمی کو زخمی ضرور کیا ہے۔ !

• اس خیال کی وجہ ؟

• وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ اس نے کراہنے اور سہکنے کی آوازیں سنی تھیں !

• اس کے زخموں کی حالت مخدوش تو نہیں ہے ؟

• نہیں جناب ! وہ ہوش میں ہے۔

”تم کہاں سے بول رہی ہو؟“

”سہل ہسپتال سے!“

”اچھا تو اسے سمجھا دو کہ اس کا بیان غیر واضح اور مبہم ہو جائے۔۔۔ بلکہ اگر وہ کسی بڑی رقم کے لٹ جانے کی کہانی سنائے تو اور اچھا ہے۔“

”بہت بہتر جناب!۔۔۔۔ بیان ہو جانے کے بعد میں پھر فون کروں گی۔“
دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے رسی پور رکھ کر ایک ٹول فون نکلتی لی اور اس طرح منہ چلاتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا جیسے دھوکے سے کوئی کرٹھوی یا کیسی چیز کھا گیا ہو۔ اس نے اپنے لوکر سلیمان کو آواز دی۔ چونکہ وہ تقریباً دو گھنٹے تک خاموش بیٹھا رہا تھا۔ اس لئے اب اس کی زبان میں کلبلا ہٹ شروع ہو گئی تھی۔
سلیمان آگیا۔

”اے وہ تم نے اپنے دادا کا نام کیا بتایا تھا۔ میں بھول گیا۔“ عمران اس طرح بولا جیسے یادداشت پر زور دے رہا ہو۔
”کیا کیجئے گا یاد کر کے۔۔۔۔“ سلیمان نے بیزاری سے کہا۔
”صبر کروں گا یاد کر کے۔۔۔۔ تو بتاتا ہے یا ہم سے بحث کرنے کا دادہ رکھتا ہے نالائق!“

”گلزار نام تھا!“

”کیا ڈاڑھی کلاب کے پھول کی شکل کی تھی؟“

”نہیں تو۔۔۔۔ ویسی ہی تھی۔۔۔۔ جیسی سب کی ہوتی ہے۔“

”اے تو پھر گلزار کیوں نام تھا؟ عمران غصیلی آواز میں دہڑا۔

”میں نہیں جانتا۔۔۔۔ آپ میرے دادا کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں!“

”اچھا.... چل چھوڑ دیا.... پر دادا کا کیا نام تھا؟“

”مجھے نہیں معلوم۔“

”ابے مجھے اپنے پر دادا کا نام نہیں معلوم۔“

”میرے پر دادا تھا ہی نہیں۔“ سلیمان نے بڑا سمانہ بنا کر کہا

”تب پھر تجھ سے زیادہ بد نصیب آدمی روئے زمین پر نہ ملے گا۔“

”صاحب! ٹنڈی جل رہی ہے.... مجھے جانے دیجئے۔“

”اچھا بے.... یہیں آؤ بنانا ہے.... کیا کاغذ کی ٹنڈی ہے کہ جل جائے گی؟“

”صاحب! سلیمان اسے گھورتا ہوا بولا۔

”کیا کہتا ہے؟“

”میرا حساب کر دیجئے.... میں اب یہاں نہیں رہوں گا۔“

”حساب....“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا ”حساب! اچھا کاغذ پیش لے کر

ادھر بیٹھ۔“

”مجھے لکھنا نہیں آتا۔“

”اچھی بات ہے.... جب لکھنا آجائے تو مجھے بتانا.... میں حساب کر دوں گا۔“

پرائیویٹ فون کی گھنٹی پھر بھی اور یہ سلسلہ یہیں ختم ہو گیا۔

عمران نے کمرے میں جا کر کال ریسروکی۔ فون جو لیا ہی کا تھا۔

”اٹ! از جولیڈ سر!“

”کیا خبر ہے؟“

”تنویر کا بیان ہو چکا ہے۔ اس نے یہی لکھوایا ہے کہ اس کے پرے میں

ڈیڑھ ہزار روپے تھے جو چھین لئے گئے۔

”ٹھیک ہے.... لیکن سنو! تم سبوں کو محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔“

”ہم ہر وقت محتاط رہتے ہیں جناب! اگر محتاط نہ ہوتے تو تنویر کی رپوش

غالباً آسمان سے اترتی۔ احتیاط اور حاضر دماغی ہی کی وجہ سے وہ بچ گیا ہے۔“

”خیر.... ہاں دیکھو.... تمہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ تھرلیسا یا الفانسی

اب شہر میں نہیں ہیں.... یہ لوگ دھن کے پکتے ہیں۔ یا تو کاغذات حاصل

کریں گے یا اپنی جانیں دے دیں گے۔“

”تو کیا تنویر پر کیا جانے والا حملہ انہیں سے منصوب کیا جائے گا؟“

”ممکن ہے کہ یہ حملہ انہیں کی طرف سے ہوا ہو۔“

”پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے؟“

”فی الحال اس بے تکے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔“

عمران نے کہا اور سیورہ کو ڈیل میں رکھ دیا۔

سوزی حسب معمول دوسری صبح آفس پہنچی۔ لیکن المنقرے اپنی میز پر موجود نہیں تھا۔ سوزی نے سوچا کہ اب اس کے پیر کی تکلیف بڑھ جائے گی۔ لہذا وہ اپنی مہری سے ہلنے کی بھی ہمت نہ کر سکے گا۔ مگر پھر آفس کس نے کھولا؟ یہاں ملازمین میں صرف تین تھے۔ ایک سوزی خود... دوسرا ایک کلرک اور تیسرا چپراسی۔ المنقرے کا رہائشی کمرہ بھی اسی فلیٹ میں تھا اور وہ وہاں تنہا رہتا تھا۔ لہذا آفس وہی کھولتا تھا۔ یہ تینوں ملازمین باہر سے آتے تھے۔ فلیٹ میں چار کمرے تھے۔ دو کمرے المنقرے نجی طور پر استعمال کرتا تھا۔ اور دو آفس کے لئے تھے۔

سوزی اپنی میز پر بیٹھ گئی۔ کلرک ابھی نہیں آیا تھا۔ اس نے چپراسی سے پوچھا "صاحب کہاں ہیں؟"
"اپنے کمرے میں ہوں گے۔"
"آفس کس نے کھولا تھا؟"
"صاحب نے!"

چونکہ اسے پچھلی رات کو کھسکا دیا گیا تھا اس لئے وہ سوزی کو شہد کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوزی خواہ غواہ دل ہی دل میں شرمادہی تھی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ چپراسی اُسے آج اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہا۔
کچھ دیر بعد کلرک بھی آگیا۔ لیکن المنقرے کا میز خالی ہی رہی۔ کلرک نے اسے ٹائپ کرنے کے لئے کچھ کاغذات دیئے اور سوزی کام میں مشغول ہو گئی!

کلرک ایک نوجوان ویسی عیسائی تھا۔ وہ اچھی صحت رکھتا تھا۔ اور قبولِ صودت بھی تھا۔ اکثر وہ سوزی کے ساتھ ہی شام میں گزارتا۔

لنچ کے وقفے میں شاید چیرا سی نے کلرک کو پچھلی رات کا واقعہ بتایا تھا۔ سوزی نے یہی محسوس کیا۔ کیونکہ لنچ کے بعد سے اس کا مودِ خراب ہو گیا تھا۔

الحقرے اندہ ہی تھا اور اس نے چیرا سی سے کہلوادیا تھا کہ آج اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے آفس ایک گھنٹہ پہلے ہی بند کر دیا جائے۔ ساتھ ہی چیرا سی نے بیانِکِ دہل یہ بھی کہا کہ الحقرے کی ہدایت کے بموجب سوزی کو وہاں رکنہ ہوگا۔ کلرک نے پھر سوزی کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔

”کی بھی تم یہاں رکی تھیں؟“ اس نے کہا۔

”ہاں کل بھی رکی تھی۔“

”کیوں؟“

جرح کا یہ انداز شاید سوزی کو پسند نہیں آیا تھا۔ اس نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ ”کیا میں اس سوال کا جواب دینے پر مجبور ہوں؟“

”اوہ! نہیں تو؟“ کلرک شپٹا گیا۔ اسے نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہوا۔

جیسے سوزی کی آنکھیں پٹیوں کی آنکھوں سے مشابہ ہوں۔ حلالہ کہ اسے اس کی آنکھیں بہت اچھی لگتی تھیں اور ان کے تصور کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں لائنڈر کنول کھل اٹھتے تھے۔ کنول جو سن اور پاکیزگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

سوزی اسے اب بھی جواب طلب نظروں سے گھور رہی تھی۔ کلرک اپنے کام میں مشغول ہو چکا تھا مگر اس کے چہرے پر اب بھی ملال کا غبار دیکھا جاسکتا تھا۔

ٹھیک ساٹھ بجے تھے۔ وہ اپنی میز سے اٹھ گیا۔ باہر جاتے وقت اس نے سوزی کو عجیب نظروں سے دیکھا تھا اور سوزی سوچنے لگی تھی۔ آخر یہ لوگ جان بوجھ

اور دوستی کے غلط معنی کیوں لیتے ہیں۔ وہ اُس کے اس رویہ کا مطلب ابھی طرح سمجھتی تھی۔ لیکن اس کی دانست میں ان کا ملنا جلنا ان حدود میں ابھی تک نہیں داخل ہو سکا تھا جہاں طرفین ایک دوسرے پر اپنا حق جتانے ہیں۔ سوزی اس وقت اور زیادہ بھلا گئی جب اس نے نصیحت ہوتے ہوئے چراسی کی آنکھوں میں بھی وہی سوال پڑھا۔

”جہنم میں جاؤ“ وہ زبردست بڑبڑائی۔

یہ حقیقت ہے کہ وہ المتقرے تک پہنچنے کے لئے بے چین تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ پچھلی رات کا دلیر آدمی اب کس حال میں ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اب اس میں بستر سے ہلنے کی بھی سکت نہ رہ گئی ہوگی۔

اس نے بیرونی دروازہ بند کیا اور المتقرے کے کمرے کی طرف چل پڑی۔ صبح وہ اس خیال سے وہاں نہیں گئی تھی کہ ممکن ہے المتقرے اسے ناپسند کرے۔ ویسے اس نے یہ ضرور سوچا تھا کہ اب المتقرے اس کی مدد کے بغیر ٹیٹیاں بھی تبدیل نہ کر سکے گا۔ پچھلی رات تو چوٹ تازہ بھی لگا اب اس کی ہمت بھی ساتھ دینے سے قاصر ہوگی۔

کمرے کے دروازے پر رُک کر اس نے ہلکی سی دستک دی۔

”آ جاؤ! اندر سے المتقرے کی آواز آئی۔“

لیکن وہ اندر پہنچ کر ایک بار پھر متحیر رہ گئی۔ کیونکہ المتقرے اس کے اندر داخل ہونے سے پہلے شاید ٹل رہا تھا۔

سوزی کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ اور سوزی کچھ بوکھلاسی گئی۔

”میں دراصل.... پٹی تبدیل کرنا چاہتی ہوں.... اور زخم بھی اگر دھل جائے تو بہتر ہے۔“

”شکریہ! المتقرے ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ بیٹھ جاؤ! میں زخم بھی دھو چکا ہوں اور پٹی بھی تبدیل ہو گئی ہے!“

”آپ سچ کمال کرتے ہیں۔“ سوزی نے کہا۔
”میں نے تمہیں اس وقت ایک ضرورت سے روکا ہے۔“
”فرمائیے!“

”میرا ایک خط میری بیوی تک پہنچا دو۔“
”بیوی! وہ حیرت سے دہرا کر رہ گئی۔“

”ہاں کیوں؟“ التھرے سکرایا۔ اس میں متحیرہ ہونے کی کلمات تھے۔
”اوہ... جناب میں ابھی تک یہی سمجھتی تھی کہ آپ کنوارے ہوں گے۔“
”یہ ایک ننگا کہانی ہے... بی بی!“
”اوہ...“ سوزی ہونٹ مسکڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”وہ مجھ سے خفا ہو گئی ہے... مجھے پسند نہیں کرتی... اسے ایسے مرد پسند ہیں۔“
”شائستہ ہوں... شاعرانہ مزاج رکھتے ہوں... اسے ایسے مرد پسند ہیں جو میری طرح
وحشی نہ ہوں۔ اگر ان کی ٹانگ میں بھی ریوا لور کی گولی لگے تو اسی جگہ ٹھنڈے ہو جائیں
... ہاں بے بی...!“ التھرے کی آواز غمتناک ہو گئی۔

”مجھے حیرت ہے جناب کہ منظر التھرے کس قسم کی عودت ہیں“ سوزی نے کہا۔
”نہ جانے وہ عودتیں کیسی ہیں جنہیں زنانہ اوصاف کے مرد پسند آتے ہیں۔“
”ایسی بھی ہوتی ہیں بے بی... میں انہیں عودتیں کہنے کو تیار ہی نہیں۔“

”آپ مجھے خط دیجئے... میں پہنچا دوں گی۔“
”شکریہ سوزی...“ التھرے بولا۔ ”میں اب یہ جھگڑا ہی ختم کر دینا چاہتا ہوں۔“
”میں اسے آخری خط بھیج رہا ہوں۔ کیوں کیا خیال ہے تمہارا۔ اگر وہ مجھے پسند نہیں
کرتی تو قانونی طور پر علیحدگی ہی بہتر ہوگی۔“
”اوہ... نہیں! اگر سمجھوتہ ہو جائے تو بہتر ہے۔“ سوزی نے کہا۔

”نہیں... جو آدمی ہمارے درمیان میں آگیا ہے اسے راستے سے ہٹائے بغیر یہ ناممکن ہے... لیکن میری نظروں میں قانون کا احترام بہت زیادہ ہے... اسے قتل نہیں کر سکتا۔“

”وہ تو سوزی مسکرائی اور بولی ”حکمت عملی جناب... قتل کی کیا ضرورت ہے۔ کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہے کہ تشدد کے بغیر ہی وہ آپ دونوں کے درمیان سے ہٹ جائے؟“

”نہیں!“ الحقرے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا ”اگر کیا صورت ہو سکتی ہے۔“

”اگر ٹھہرو۔ اگر کوئی عورت ان دونوں کے درمیان میں آجائے... تو... شاید...“

”دیکھو... بے بی... مجھے حیرت ہوتی ہے سلوانا پر... میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ نامعقولی آدمی اسے اتنا کیوں پسند ہے... اسے وہ بالکل احمق ہے... اسے کسی بات کا بھی سلیقہ نہیں ہے... وہ سبز پتلون پر سرخ قمیص پہنتا ہے... زرد ٹائی لگاتا ہے اور نیلا فلٹ ہیٹ... کسی سرکس کا مسخرا معلوم ہوتا ہے... نہ اس کے جسم میں

قوت ہے اور نہ کھوپڑی میں مغز!“

”سچ چچ!“ سوزی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔

”اے بی بی۔ میں غلط نہیں کہہ رہا۔ اور وہ ایک ایسی ہے کوئی یورپین بھی نہیں۔“

”تب تو شاید۔ معاف کیجئے گا مجھے مسز الحقرے صبح الدماغ نہیں معلوم ہوتیں۔“

”مگر سوزی۔ وہ بہت خوبصورت ہے۔ میں اسے بہت چاہتا ہوں۔“

”کیا میں اس سلیب میں کچھ کر سکتی ہوں؟“

”تم کیا کر سکو گی؟“ الحقرے تشویش کن لہجے میں بولا۔

”آپ مجھے اس آدمی کا پتہ بتائیے! شاید میں کچھ کر سکوں۔“

”ٹھہرو! مجھے سوچنے دو۔ میرا خیال ہے کہ تم بہت کچھ کر سکتی ہو۔“ الحقرے

”اٹھا کر بولا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے کہا ”ایک نمبر سمجھ

میں آئی ہے۔۔۔ مگر میں اسے برا سمجھتا ہوں کیونکہ تم ایک شریف لڑکی ہو۔
 میں اپنی حفاظت بخوبی کر سکتی ہوں مگر المہتر سے۔۔۔ اور میری شرافت
 بھی برقرار رہ سکتی ہے۔ لیکن یہ بہت بڑا کام ہوگا اگر میری وجہ سے آپ دونوں کی
 ازدواجی زندگی پر مسرت گزر سکے۔

”شکر یہ ہے بی بی!“

”اب آپ مسز المہتر سے کوئی خط لکھنے کا ارادہ نہیں کر دیجئے۔“

”نہیں بی بی! اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔“

”آپ مجھ پر اعتماد کیجئے۔۔۔ میں ایک ماہ کے اندر ہی اندر اسے آپ کے
 راستے سے ہٹا دوں گی۔“

”کیسے سناؤں گی؟“

”ادھر۔۔۔ آپ اعتماد کیجئے نا مجھ پر۔۔۔ میں برس بھی رہ چکی ہوں۔ شاید میں
 مختلف قسم کے مردوں کے متعلق بہت کچھ جانتی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ انھیں
 کس طرح شکست دی جاسکتی ہے۔“

”لیکن اگر تم اپنا کوئی نقصان نہ بیٹھیں تو مجھے کمر اُٹھانا ہوگا۔“

”آپ فکر نہ کیجئے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔“

”اچھا بی بی! المہتر نے ایک طویل سانس لی۔ ایک لحظہ خاموش رہا اور پھر بولا۔

”تم اس سے فی الحال دوستی کر لو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ آپ مجھے اس کا نام اور پتہ تو بتائیے۔“

”اس سمجھت کا نام ہی تو مجھے یاد نہیں رہتا۔“ المہتر نے کہا۔ ”مگر میں اتنا

جانتا ہوں کہ وہ ہر شام ٹپ ٹاپ ناٹ کلب میں ضرور ہوتا ہے۔ زیادہ تر اپنی

میز پر تنہا نظر آتا ہے۔۔۔ ارے وہ صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا ہے

پے بی اور ہمیشہ بے ڈھنگی کپڑے پہنتا ہے۔
 ”مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کب میں ایسے کسی آدمی کو کبھی نہ کبھی ضرور دیکھا ہے۔
 دیکھا ہوگا... وہ ہزاروں میں بھی پہچانا جاسکتا ہے۔
 ”اچھی بات ہے... جناب... آجی مطلق رہے گا۔
 ”میں ہمیشہ مثلاً ماشکور بھول گا... گمراہی دیکھو... اب تم آؤ نہ آنا... اسی
 محلے کو شتم کرنے کے بعد ہی تم یہاں آنا... ورنہ ہو سکتا ہے کہ...
 ”ارے... اگر وہ الحق ہی ہے تو... اتنی دوا و دوش کہاں کر سکے گا کہ...
 میرے متعلق اسے کچھ معلوم ہو جائے۔“
 ”سلوانا بہت ذہین ہے۔ بی... اگرچہ شبہ بھی ہو گیا کہ تمہارا کوئی تعلق
 سے ہے تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔“

”سلوانا... نام ہے مسز القمرے کا؟“
 ”ہاں... اس کا نام بھی کتنا پیارا ہے... کیوں؟“ القمرے نے والہانہ انداز
 میں کہا... پھر اس طرح پہننے لگا جیسے اس سے کوئی حماقت سرزد ہوئی ہو۔
 ”ایسی بات ہے۔ میں یہاں نہیں آؤں گی۔ مگر میرا کام کون کرے گا؟“
 ”کوئی دوسرا آجائے گا... تم اس کی فکر نہ کرو... پس اس سے کسی نہ کسی
 طرح چھٹی کر لو... اور ٹھہرو۔“

وہ اٹھ کر مین کی طرف گیا۔ اس کی دراز کھولی اور اس میں سے بڑے نوٹوں
 کی ایک گڈی نکال کر سوزی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔
 سوزی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
 ”اگر وہ ہمارے ہوسٹ کے نوٹ تھے تو وہ گڈی کم از کم پانچ ہزار کی
 ضرور ہو سکتی تھی!“

”یہ تو بہت بڑی رقم معلوم ہوتی ہے جناب“ سوزی نے حیرت

سے کہا۔

”سلوانا کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے میں اپنی ساری دولت صرف کر سکتا ہوں تم اسے رکھو اس کا کوئی حساب تم سے نہیں طلب کیا جائے گا۔“

”یہ بہت ہے جناب ! اسے آپ رکھئے جب ضرورت ہوگی ! طلب کر لیں گی ؟“

”نہیں تم ہی رکھو مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے !“
”اعتماد کے لئے میں شکر گزار ہوں جناب !“



۴

جولیانافٹن واٹر نے ایکس ٹو کے پرائیویٹ نمبر ڈائیل کئے... اور دوسری
طرف سے آواز آئی... پہلو!

”جولیا اسپیکنگ سر!“

”ہاں! کیا بات ہے؟“

”تنہو کی حالت بہتر ہے!“

”دیکھو! ہوشیار رہو۔ الفاتے اور تھریس یا یہاں سے گئے نہیں!
میں ہیں! میرا خیال ہے کہ ان کا گروہ ٹوٹ چکا ہے۔ لیکن وہ دونوں ابھی تک
کھٹے ہوئے پتنگوں کی طرح یہیں چپکولے لے رہے ہیں۔ اور یہ تو تم جانتی ہی ہو
کہ جھنڈے سے بچھڑے ہوئے بھیڑیے کتنے خطرناک ہوتے ہیں۔“

”میں جانتی ہوں جناب! پھر مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

”تھریس یا کو تلاش کرو!“

”آپ نے بتایا تھا کہ وہ پچھل بار میک آپ میں نہیں تھی!“

”ہاں! میرا خیال ہے وہ کبھی میک آپ میں نہیں رہتی... جبران نے

سنے اسے پہچان لیا تھا تو تم بھی پہچان سکو گی.... مگر یہ کام... اتنا آسان بھی نہیں ہے!
”سکیوں؟“

”اس کے چہرے کی بناوٹ عجیب ہے... اور اسی سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر وہ یونہی اپنا نچلا ہونٹ مقوڑا سا بھیج دے تو تم قیامت تک اسے نہیں پہچان سکتیں۔ اس مقوڑی ہی تبدیلی کا اثر اس کے پورے چہرے پر پڑے گا۔“

”کیا یہی وجہ ہے کہ وہ بچی پھرتی ہے؟“
”قطعی... یہی وجہ ہے۔“

”پھر اسے تلاش کر لینا آسان کام نہیں ہے۔“
”کچھ مشکل نہیں ہے... مقوڑا صبر کرو... مجھے تقریباً سب سے زیادہ افانے کی فکر ہے... اور وہ دوسرا آدمی سپرو...“

”تو پھر ہم فی الحال خاموش رہیں؟“
”بالکل... ضرورت بھی تو... تمہیں مطلع کیا جائے گا۔ ورنہ ہر سکتا ہے کہ اس بار میں دوسرے ذرائع اختیار کروں۔“

”کیا عمران...!“
”ہاں... ممکن ہے... اچھا بس...“
”دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا!“



صدی دل کی بری نہیں تھی۔ اس نے اس کام کا ذمہ محض اعرائے لیا تھا کہ اعرائے
اور سلطان کے تعلقات پھر بہتر ہو جائیں۔ اس کی دانستہ ہیں وہ آدمی گنہگار تھا
جو ان دونوں کے درمیان میں آگیا تھا لہذا وہ اسے ہر طرح سے ٹرک دینا جائز
سمجھتی تھی۔

وہ اسی کے متعلق سوچتی ہوئی ٹیپ ٹاپ ٹانٹ کلب میں پہنچی۔ اس کے بیٹی بیگ
میں ایک بزارہہ بچہ کے نوٹ تھے۔ اس سے پہلے وہ شاید دو یا تین بار یہاں
آئی تھی۔ کیونکہ یہاں ذی حقیقت آدمیوں کے علاوہ دوسروں کا گزر مشکل ہی تھا۔
لیکن وہ سوچ کر آئی تھی کہ آج ہی کلب کی مستقل ممبر بھی بن جائے گی۔

وہ بیچر کے کمرے میں داخل ہوئی لیکن وہ موجود نہیں تھا۔ سوزی کو کچھ دیر بیٹھ
کر اس کا انتظار کرنا پڑا۔ بیچر کی آمد پر وہ کچھ باتیں ہی ہو گئی۔ کیونکہ ممبر بننے کی شرائط
میں یہ بھی تھا کہ کم از کم دو پرانے ممبروں سے متنا سائی ضرور ہو۔

”مجھے یہاں کوئی نہیں جانتا۔“ سوزی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا ”میں ابھی
حالی ہی میں ملا یا ہے یہاں آئی ہوں۔“

”دیکھئے... یہاں اجنبی بھی آتے ہیں۔ اکثر ایسے بھی آتے ہیں جو آج آئے پھر
برسوں کے بعد۔ ان کی شکلیں دکھائی دیتی ہیں مگر وہ لوگ ان سہولتوں سے محروم
رہتے ہیں جو مستقل ممبروں کو حاصل ہیں اور وہ سہولتیں کسی کی ضمانت کے بغیر دی ہی نہیں
جاسکتیں۔ اسی لئے یہ ضروری ہے کہ ممبری کے خاوم پر کم از کم دو پرانے ممبروں کی
سفارش ہو۔... یعنی وہ سفارش کرنے والے دراصل ضامن ہوتے ہیں!“

”اگر میں لقمہ ضمانت ادا کر دوں تو ر
 ”اودہ یقیناً... یقیناً... جب آپ کی ممبری ختم ہوگی ضمانت واپس کر دی جائے گی“
 ”رقم بتائیے!“

”صرف پانچ سو... دیکھیے... یہ وہ اصل ضابطے کی کارروائیاں ہیں۔ ورنہ
 یہاں سب ممبرز لوگ ہیں۔ غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئی ہوں گی۔“

سوزی اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے سو سو کئے پانچ نوٹ نکال چکی تھی...
 مینجر نے اسی کا شکریہ ادا کر کے پانچ سو کی رسید دی اور ممبری کا نام بڑھاتا ہوا
 بولا ”آپ یہاں کی زندگی کچھ دلچسپ پائیں گی۔ ملا یا سے تشریف لائی ہیں آپ!“
 ”جی ہاں... مگر دیکھیے... میں یہاں کسی سے واقف نہیں ہوں اور یہ
 میری عادت کے خلاف ہے کہ بغیر کسی تعارف کے خود سے جان پہچان پیدا
 کر دوں!“

”اودہ آپ اس کی فکر نہ کیجیے... میں یہاں کے بہترین ممبروں سے
 آپ کا تعارف کراؤں گا۔“

”شکریہ! سوزی نے کہا اور فارم کی خانہ پرچی کرنے لگی۔ پھر اپنے دستخط
 کئے۔ مینجر نے فارم لے کر ایک نظر ڈالی اور اسے جبر میں دھتا ہوا بولا ”شکریہ!“
 ”مگر دیکھیے! میں اپنے گروڑ یا وہ پھیر نہیں پسند کرتی۔ کسی ایک آدمی سے
 تعارف کرادیجئے جو بہت دلچسپ ہو۔ میں صرف تفریح چاہتی ہوں۔“

”اودہ! مینجر ہنٹ ساؤڈر کرکچر موسیٰ لگا۔ پھر بلیکس جھپکاتا ہوا مسکرایا۔
 ”میرا آپ کسی بیوقوف آدمی سے ملنا پسند کریں گی۔“

سوزی کا دل دھڑکنے لگا۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا کام تھا جس کا پیڑا اس نے
 اٹھایا تھا۔ بیوقوف آدمی کا نام سننے ہی اس کے جسم میں ہلکی سی تھر تھری پیدا ہو گئی

لیکن اس نے خود کو سنبھال کر کہا " میں نہیں سمجھی "

" ایک ایسا آدمی جس کی باتوں پر آپ ہنستی رہیں گی "

" اودہ ضرور ضرور مگر کیا وہ بیوقوف ہے ؟ "

" یہ میں نہیں جانتا ویسے بیوقوف ہی معلوم ہوتا ہے ! "

" ضرور ملائیے ! اس سے پھر بعد کو تو دوسروں سے بھی جان پہچان ہو ہی جائے گی "

" چلیے ! میرا خیال ہے کہ وہ آہی گیا ہوگا۔ آجکل نہ جانے کیوں روزانہ آ رہا "

سوزی نے کچھ اور پوچھنا چاہا لیکن خاموش ہی رہی۔ وہ دراصل یہ معلوم کرنا چاہتی

تھی کہ اس کے ساتھ کوئی عورت بھی ہوتی ہے یا وہ تنہا ہوتا ہے۔

وہ ڈائینگ ہال میں آئے۔ منیجر نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں ابھی نہیں آ

گے میرا خیال ہے کہ ضرور آئے گا۔ آجکل ناغہ نہیں کرتا۔ آئیے ! ادھر بیٹھئے ! "

وہ دو دفن بیٹھ گئے اور منیجر نے مسکرا کر کہا " میں پہلی بار ہر نئے ممبر کی دعوت ضرور

کرتا ہوں یہ رہا مینڈو "

" اودہ ! شکریہ ! مگر میں کھانا تو کھا چکی ہوں "

" پھر کیا پیئیں گی آپ ! "

" میرا خیال ہے کافی بہتر رہے گی۔ میں شراب بالکل نہیں استعمال کرتی۔ "

" یہ بہت اچھی بات ہے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ "

اس کے بعد وہ ملایا کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ لیکن ہے سوزی کبھی

ملایا میں بھی رہی ہو۔ ورنہ وہ اتنی صفائی سے اپنے متعلق جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرتی

وہ بتاتا منیجر نے کہا " وہ آگیا۔ "

سوزی کی نظر صدر دروازے کی طرف اٹھی۔ ایک خوش رو جوان اندر داخل

ہوا تھا۔ لیکن القصر کے بیان کے مطابق اس کے لباس میں کسی قسم کی عیب و خرابی

میں نہیں آئی۔ وہ نیلے سوٹ اور بے داغ سفید قمیص اور ایک سادہ ٹائی میں بڑا دلکش لہ رہا تھا۔

دعا دے کے قریب گھر سے ہوئے ویڑنے اسے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ اس نے بھی ہاتھ ہی اٹھا کر جواب دیا اور پھر اس گرموشی سے مصافحہ کرنے لگا جیسے بہت دیر بعد ملاقات ہوئی ہو۔ لیکن پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں دوسری طرف بڑ گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔ ویڑن سر کھاتا اور نکلیوں سے دوسروں کو دیکھتا ہوا کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔

”دیکھا آپ نے! میجر مسکرا کر بولا۔

”جی ہاں! سوزی نے آہستہ سے کہا اور مسکرائی۔ اس کی نگاہ برابر اس نوجوان کا تعاقب کر رہی تھی۔ پھر اس نے اسے ایکہ خالی میز کے قریب بیٹھتے دیکھا۔

”کیوں ہے نا دلچسپ! میجر نے پوچھا۔

”ہاں! معلوم تو ہوتا ہے... کچھ تروس قسم کا آدمی ہے۔“

میجر نے اس خیال پر دائے زنی نہیں کی۔ وہ دونوں خاموشی سے کافی پیتے رہے۔

سوزی نے دیکھا کہ ہال کے دوسرے لوگ اس آدمی کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں۔ لیکن

وہ اس انداز میں کچھ کھو یا کھو یا سا بیٹھا ہے جیسے اپنے گرد و پیش کی خبر ہی نہ ہو۔

”پھر تعارف کرا دیا جائے اس سے؟“

”ضرور... ضرور... یہ تو صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا ہے۔“

میجر پھر خاموش ہی رہا۔ وہ دوبارہ اٹھ کر اس کی میز کے قریب آئے...

وہ بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”آپ سے ملئے! میجر نے عمران کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا۔ آپ مسٹر عمران

... اور آپ مس سوزی!“

عمران نے میجر ہی سے مصافحہ کر ڈالا۔ پھر سوزی کہہ کر سوزی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور سوزی اس یوگلا ہٹ پر سے اغتیا دسکرا پڑی۔

”تشریف رکھئے... تشریف رکھئے“ عمران نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا وہ بیٹھ گئے۔ میجر نے اسے بتایا کہ سوزی ابھی حال ہی میں ملایا سے آئی ہے۔

”اوہ! ملایا... کیا کہئے ہیں“ عمران سر ہلا کر بولا ”مجھے وہاں برف گرنے کا منظر بہت حسین معلوم ہوتا تھا“

”برف! سوزی نے حیرت سے کہا ”وہ تو خلیا اسٹوٹا سے قریب ہے۔ وہاں برف کب گرتی ہے؟“

”ارے... لاچار... مجھے ہمالیہ کا خیال تھا... ملایا میں نہیں گیا۔“

”ضرور جانیئے... اگر کبھی موقع ملے... وہاں کے مناظر آپ بہت پسند کریں گے۔“

”ضرور... ضرور...“

وہ دونوں ہی خاموش ہو گئے۔ سوزی سوچ رہی تھی کہ اب کیا کہے اور عمران بار بار کنکلیوں سے میجر کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج یہ نئی بات کیوں! اس سے پہلے کبھی اس نے کسی لڑکی کے لئے عمران کا تعارف نہیں کرایا تھا۔

میجر شاید سمجھ گیا تھا اس نے جلدی سے کہا ”مس سوزی کلب کے کسی دلچسپ ممبر سے تعارف چاہتی تھیں۔“

”اوہ...“ عمران بھڑے پن سے ہنسنے لگا پھر بولا ”کیا میں واقعی دلچسپ ہوں؟“

”اتنی جلدی کیسے اندازہ ہو سکتا ہے“ سوزی مسکرائی۔ ”یہ اقدام تو انہوں نے اپنے تجربہ کی بنا پر کیا تھا۔“

”جی ہاں... ٹھیک ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا

وہ پھر ہونٹ پر ہونٹ جا کر بیٹھ گیا۔ میجر انہیں وہیں چھوڑ کر جا چکا تھا اور

سوزی سچ بچ بور ہو رہی تھی کیونکہ عمران کچھ ایسے اخلاقی خاموش بیٹھا ہوا تھا جسے اس نے اپنے کسی عزیز کی موت کی خبر سنی ہو۔

”آپ تو غیر دلچسپ ثابت ہو رہے ہیں جناب! سوزی اٹھلائی۔
”ارے.... ہاں وہ.... میں دراصل بھول ہی گیا تھا۔“
”کیا بھول گئے تھے؟“

”ہی کہ ہم دونوں پہلی بار ملے ہیں... بات دراصل یہ ہے مئی سوچی۔“
”سوچی نہیں.... سوزی!“

”اوہ معاف کیجئے گا.... مجھے دراصل بھول جانے کا مرض ہے۔“
”کوئی بات نہیں اکثر ایسا ہوتا ہے... میں آپ کا شہر دیکھنا چاہتی ہوں۔“
”ضرور دیکھئے... یہ بہت اچھا شہر ہے... آپ کبھی اونٹ پر بھی بیٹھی ہیں؟“
”اونٹ پر؟“ سوزی نے حیرت سے کہا اور اس مضحکہ خیز سوال پر ہنس پڑی۔
”جی ہاں... اونٹ پر... آپ اونٹ نہیں سمجھتیں... کیا ملایا میں نہیں ہوتے اونٹ... اونٹ ایک اونچا جانور ہے اور جھولا جھولتا ہوا چلتا ہے مجھے تو بہت پسند ہے یہ جانور... کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی کار میں اونٹ جوت دوں!“

”مگر آپ نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟“
”بس یونہی... میں ہر آدمی سے یہ سوال کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ جو ایک بار بھی اونٹ پر نہیں بیٹھا... اس نے اپنی اتنی زندگی بیکار و بادل کی ہے۔“
”کیوں؟“

”پتہ نہیں... میں ہی محسوس کرتا ہوں.... بہتیری ایسی باتیں... کہ میں جنہیں سن کر لوگ مجھے احمق سمجھتے ہیں لیکن اب میں کیا کروں کہ مجھے محسوس ہوتا ہے۔“

لیکن وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں محسوس ہوتا ہے۔
 "آپ واقعی دلچسپ ہیں۔ سوزی مسکرائی
 "مشکریہ" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا
 "آپ کا مشغلہ کیا ہے؟"
 "آئندہ قدمیہ کی کھدائی کرنا۔"
 "اوہ!"

"جی ہاں! اب تک کئی ناورد روزگار چیزیں زمین سے برآمد کر چکا ہوں۔ پھیلے دنوں
 اپنے باغ کی کھدائی کر رہا تھا کہ ایک چالیس ہزار سال پرانا حقیقہ برآمد ہوا۔ لیکن اب
 اس کے سلسلے میں ایک لمبی بحث چھڑ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ حقیقہ ہے۔ لیکن
 دوسرے ماہرین آئندہ قدمیہ کی رائے اس سے مختلف ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ حقیقہ
 نہیں بلکہ اسپرے مشین ہے۔"

"بھلا حقیقہ اور اسپرے مشین میں کیا علاقہ..."

"کوئی نہیں! اگر مشکل یہ ہے کہ اس کے ساتھ ہی ایک مرغیوں کا ڈربہ بھی نکل
 آیا ہے جو آدھا رنگین ہے اور آدھا سادہ... ماہرین کا خیال ہے کہ اس ڈربے
 پر اسپرے مشین سے رنگ کیا جا رہا تھا کہ ٹھیک اسی وقت طوفان نوح آگیا۔ اس
 لئے رنگائی پوری نہیں ہو سکی۔"

"کمال ہے... بھلا یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ طوفان نوح کے وقت کی چیزیں ہیں۔"

"ہرگز نہ معلوم ہو سکتا۔ لیکن مصدقیت یہ ہے کہ ڈربے سے دو چار ٹھیلوں کے

کانٹے نکل آئے۔ میں کیا بتاؤں۔ پہلے مجھے دھیان نہیں آیا تھا ورنہ وہ کانٹے چپ چاپ
 کھسکا دیتا اور میری تھپتھپی بے چین و چراغ تسلیم کر لیتی جاتی۔ اب میں اسے حقہ کسی طرح
 ثابت نہیں کر سکتا۔ میری بہت بڑی شکست ہوئی ہے۔ کاش میں جلد ہی کئی دوسری

چیز بڑا دم کہ کے اس شرمندگی کو مٹا سکتا۔ "عمران یہ سب کچھ بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا اور سوزی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"خیر میں سوزی دیکھا جائے گا۔" عمران نے انگڑائی لی۔

"سوزی پلیز! آپ بار بار میرا نام بھول جاتے ہیں۔"

"اوہ.... معاف کیجئے گا...." عمران نے اپنا کھن اپنیٹ کر دہانے گال پر

زور سے تھپڑ مارا۔ اور قرب و جوار کے لوگ چونک کر ہنسنے لگے اور عمران اس طرح چوٹکا جیسے وہ کسی اور بات پر ہنسنے ہوں۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا پھر جھک کر آہستہ سے پوچھا "کیا ہوا؟"

سوزی کی سمجھ میں نہیں آ سکا کہ وہ کیا جواب دے۔ ویسے وہ بڑی طرح جھینپ رہی تھی کیونکہ اب لوگ اسے بھی گھورنے لگے تھے۔

"آپ نے اپنے گال پر تھپڑ.... ہم مارا تھا۔" سوزی ہکا بکا

"ان گدھوں کے منہ پر تو نہیں مارا تھا۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "آخر یہ ہنسنے

کیوں ہیں؟"

اس پر سوزی کو ہنسی آگئی۔

"اچھا..... آپ بھی ہنسنے لگی ہیں..... تھپڑ..... خیر.....

کنفیوشس نے کہا تھا.... کہ جب لوگ تم پر ہنسنے لگیں.... تو تم سمجھ

لو کہ تم ان سب کو نیچا دکھا سکتے ہو۔"

سوزی اس دوران میں یہ بھی بھولی گئی تھی کہ اس آدمی سے ملنے کا مقصد

کیا تھا۔

"کنفیوشس کو پڑھا ہے آپ نے؟"

"کیا کنفیوشس کوئی کتاب ہے؟" عمران نے جھلاتے ہوئے لہجے میں

کہنا: آپ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہیں جس کی اجازت میں ہر
 نہیں دے سکتا۔

”اوہ..... آپ تو خفا ہو گئے..... میرا یہ مطلب نہیں

”کیا مطلب تھا..... آپ کا؟“
 ”کچھ نہیں..... آپ تو پیچھے پڑ گئے۔“

”اوہ..... تو آپ مجھے..... پاگل کہتا بھی سمجھتی ہیں۔“

”کیوں؟“

”ارے..... کمال کرتے ہیں آپ۔“

”کیا کمال کرتا ہوں..... کمال کرتی ہیں آپ.....“

”مجھے پاگل..... بد دماغ..... بیوقوف.....“

..... اور نہ جاننے..... کیا کیا سمجھ لیا ہے آپ نے.....

..... میں اچھی طرح جانتا ہوں..... کہ یہ مینجر کا بیٹا.....

مجھے پریشان کرنا چاہتا ہے..... میں اس سے سمجھ

لے گا۔“

عمران اپنی جگہ سے اٹھا اور سوزی کے احتجاج کی پرواہ کئے بغیر

ڈرائنگ ہال سے چلا گیا۔

سوزی خاموش بیٹھی رہی۔

اور اب اسے یاد آیا۔ کہ وہ یہاں کیوں آئی تھی۔

وہ سوچنے لگی۔

یہ تو سو فیصدی کرکٹ معلوم ہوتا ہے..... پھر شاید اللہ کے

بیوی بھی پاگل ہی ہے جو المقرے جیسے ذہین
 طاقت ور اور غیر معمولی قوت برداشت
 رکھنے والے آدمی کو چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگ رہی ہے
 کچھ دیر بعد وہ اٹھی۔

اور !

کلب سے باہر نکل کر ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ میں آئی۔
 المقرے کے نمبر ڈائل کئے۔

اور ماؤتھ پیس میں بولی۔

”مسٹر المقرے پلیز سوزی اسپیکنگ“

”ہلو بے بی کیا بات ہے ؟“

”اس کا نام عمران ہی ہے نا !“

”ہاں اُن ٹھیک یہی نام

ہے بے بی !“

”میں اُس سے اس وقت ملی ہوں وہ تو پاگل ہے“

سو فیصدی پاگل“

”ہاں مجھے بھی یہی معلوم ہوا تھا۔“

”پھر معاف کیجئے گا شاید مسز المقرے بھی اپنا ذہنی

توازن کھو چکی ہیں۔“

”ہو سکتا ہے مگر میں اسے کھونا نہیں

چاہتا بے بی !“

”اوہ آپ مطمئن رہیے میں اُس سے

سمجھ لے گی۔

”بس..... تمہیں اتنا ہی کہنا ہے..... کہ اسے..... مگر نہیں.....
ابھی تم اس سے ملتی رہو۔“

”بہت بہتر.....“

سو نہ ہی نے اسی جود رکھ دیا۔

اور پوچھ سے باہر نکل آئی !



تیسری شام بھی جب سوئی اُنکرائی تو عمران کو اس کے متعلق سنجیدگی سے غور کرنا پڑا۔ اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو وہ شاید عمران پر حقو کن بھی پسند نہ کرتی۔ کیونکہ وہ بچھے دھوئیں سے برابر حماقت کی بجائے چڑچڑاہٹ کا مظاہرہ کرتا رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ حماقت تو تشریح کا سامان پیدا کرتی ہے۔ مگر چڑچڑاہٹ برداشت کرنا شاید کسی کے بس کا وہگ نہ ہو۔

پھر وہ کس ٹاپ کی لڑکی تھی کہ عمران کی چٹھڑا ہٹوں سے دوچار ہونے کے باوجود بھی اس کا بیچھا چھوٹی نظر نہیں آتی تھی۔

عمران نے سب سے پہلے منجبر سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی۔ لیکن وہ اس سے زیادہ نہ بتا سکا کہ وہ ایک نئی نمبر تھی اور اس نے کلب کے کسی دلچسپ ترین نمبر سے تعارف حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مصلحتاً عمران نے اس کے متعلق زیادہ گفتگو نہیں کی۔۔۔۔۔ بہر حال وہ لڑکی اس وقت بھی اُس کے سر پر مسلط تھی اور عمران سوچ رہا تھا کہ اس طرح مل بیٹھنے کی غرض و غایت کیا ہو سکتی ہے؟

”آپ آج بہت خاموش ہیں۔“ لڑکی نے چھیڑا۔

”پتہ نہیں۔ مجھے تو نہیں محسوس ہوتا کہ میں خاموش ہوں؟“ عمران کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔۔۔۔۔ چند لمحے وہ خاموش رہا۔ پھر بولا ”آپ ملائیکب واپس جائیں گی؟“

”کیوں؟“

”بس یونہی میرا خیال ہے کہ اب آپ کو واپس چلا جانا چاہئے۔“

”اس خیال کی کوئی وجہ؟“

”میں بہت پہلے آپ کو بتا چکا ہوں کہ مجھ سے وجہ نہ پوچھا کیجئے وجہ جب میری ہی سمجھ میں نہیں آتی تو آپ کو کیا بتاؤں گا؟“

”خیر چھوڑیئے آج میں آپ کو اپنے گھر لے چلنا چاہتی ہوں۔“

”گھر اپنا ہو یا دوسرے کا ... مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔“

”پھر کیا آپ کی راتیں آسمان کے نیچے گزرتی ہیں؟“

”نہیں ... آسمان پر گزرتی ہیں ... میرا خیال ہے کہ رات کا سرے سے وہ جد

ہی نہیں ہے کنفیوٹیشن نے کہا تھا“

”مضرد کہا ہو گا۔“ لڑکی جلدی سے بولی ”اٹھیے چلئے میرے ساتھ ...“

”آپ کے گھر پر اور کون ہے؟“

”کوئی بھی نہیں میں تنہا رہتی ہوں۔“

”ارے باپ ارے! عمران نے اردو میں کہا

اور لڑکی بولی ”میں نہیں سمجھی۔“

”آج نہیں کل!“ عمران نے کہا

”آج کیوں نہیں سوزی نے کہا۔“

”آج میری بکری بچہ دینے والی ہے۔“

”اوہ کیا یہ گندہ شوق بھی رکھتے ہیں آپ؟“

”یہ گندہ شوق ہے؟“ عمران نے جھٹکا کر پوچھا

”یقیناً! لڑکی مسکرائی۔“

”بس اب براہ کرم مجھے زیادہ غصہ نہ دلائیے!“

”آپ عجیب ہیں۔“

”آپ خود عجیب ہیں.... بلکہ عجیب ترین....“

ٹھیک اسی وقت جو لیا نائٹرز، انڈر ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی اور سیدھی عمران کی طرف چل آئی۔ لیکن میز کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹکی۔ کیونکہ عمران کے ساتھ کسی تفریح گاہ میں کسی لڑکی کا ہونا اس کے لئے بالکل نئی بات تھی.... اور پھر لڑکی بھی سفید فام....

”اوپر.... کیا میں غلط سمجھ رہی ہوں؟.... مسٹر عمران....“ اس نے عمران کو مخاطب کیا۔

”نہیں تو.... ویسے یہ....“ عمران نے سوزی کی طرف دیکھ کر کہا ”میرے دماغ میں غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔“

سوزی گڑ بڑائی۔ اس نے احتجاج کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ جو لیا بولی پڑی۔ وہ تو ظاہر ہی ہے اسے ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہر حال میں تمہاری اجازت کے بغیر یہاں بیٹھ رہی ہوں۔“

سوزی جو لیا کو دیکھنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کیا مسٹر المنقرے یہی ہے.... جو لیا نائٹرز واٹر بہت دلکش عورت تھی۔ سوزی اس کا نام یاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن نام یاد نہ آیا۔ ویسے اسے یقین سا ہوتا جا رہا تھا کہ مسٹر المنقرے یہی ہے عمران خاموش ہو گیا تھا۔

”آپ کی تعریف؟“ جو لیا نے سوزی کی طرف دیکھ کر کہا۔

”اوہ! مجھے سوزی کہتے ہیں۔“ وہ جلدی سے بولی ”ابھی حال ہی میں ملا یا ہے آئی ہوں اور تین دن ہوئے آپ کے کلب کی ممبر بنی تھی.... مسٹر عمران کلب کے دلچسپ ترین آدمی ہیں۔“

جو لیا نے ایک طویل سانس لی اور نکلیوں سے عمران کی طرف دیکھتی ہوئی بولی

”میں جو لیا نا فٹنڈا اٹھ ہوں.... مسٹر عمران واقعی بہت دلچسپ آدمی ہیں۔“
کنفیڈنٹس نے کہا تھا کہ جب دو عورتیں بیک وقت تمہیں دلچسپ سمجھنے لگیں۔
تو تم کسی بوریسی عورت کو تلاش کرو جو ان کے بیان کی تصدیق کر سکے۔“

سو ذی ہنسنے لگی پھر جو لیا نا بولی یہ کنفیڈنٹس کے اسپیشلسٹ ہیں۔
یہ کس چیز کے اسپیشلسٹ نہیں ہیں؟ جو لیا نے سوال کیا۔

سو ذی پھر سنبھلنے لگی۔ لیکن عمران قطعی بے تعلقانہ انداز میں بیٹھا رہا۔ جو لیا نا اسے
چھیڑ چھیڑ کر بولنے پر اُکساتی رہی.... اس سے سو ذی نے اسے مسرا ہنقرے سمجھتے
ہوئے اُگڑا دیا کہ عمران کو اس کی چوہا بھی نہیں ہے۔ خود وہی اس کے پیچھے لگی ہے
ان تین دنوں میں سو ذی نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ کریک ہونے کے باوجود بھی وہ جنس مقابل
کے لئے خود میں کافی کشش رکھتا ہے۔

سو ذی اب اٹھ جانا چاہتی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ ہنقرے کو یہ بتانا چاہتی تھی
کہ عمران شاید مسرا ہنقرے کو منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔ وہ خود ہی اس کے پیچھے
دم ہلاتی پھرتی ہے۔

”اچھا.... اب اجازت دیجئے! وہ اٹھتی ہوئی بولی

”بیٹھے نا! جو لیا نا نے کہا اگر آپ میری وجہ سے اٹھ رہی ہوں.... تو....“
”اڑے نہیں.... قطعی نہیں....“ سو ذی مسکرائی.... ”مجھے دراصل ۸ بجے
ایک جگہ پہنچنا ہے۔“

”ضرور.... ضرور! عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

نہ جانے کیوں سو ذی کو عمران کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا.... لیکن وہ
زبردستی مسکراتی رہی۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک پبلک ٹیلیفون بوتھ سے ہنقرے کو فون کیا۔

”یس... بی... دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں اس وقت انہیں دونوں کے پاس سے اٹھ کر آ رہی ہوں۔“

”اوہ... کیا...؟“

”جی ہاں! آج سزا گھر سے بھی ملاقات ہو گئی۔ وہ واقعی بہت حسین ہیں۔

ان کا نام جو لیا نا ہی ہے نا؟“

”کیا... اوہو... ہاں... جو لیا نا... دوسری طرف سے

مختوڑے وقفے کے ساتھ کہا گیا... ہاں! تو تم نے اسے دیکھ لیا

بی بی!“

”ہاں! دیکھ لیا... مگر مسٹر المختوڑے... وہ عمران اس سلسلے میں

بالکل بے قصور معلوم ہوتا ہے... میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ ان سے بھاگتا

چاہتا ہے... لیکن شاید وہ خود ہی اس پر بُری طرح مر مٹی ہیں۔“

”ہو سکتا ہے... بہر حال اس واقعہ کو المختوڑے کی پر نفسی... ہی

کہیں گے۔“

”اور نیئے... کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ آپ

کا نام نہیں لگاتیں!“

”ہائیں... یہ میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔ دوسری طرف سے

تخیر زدہ سی آواز آئی۔

”جی ہاں... انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ وہ جو لیا نا فٹنر واٹر ہیں۔“

”بی بی!... یہ بڑی زیادتی ہے... اب تم خود ہی انصاف کرو!

... کیا کوئی شادی شدہ عورت... شوہر کی بجائے باپ کا نام استعمال

کر سکتی ہے؟“

”تو قنبر واٹران کے باپ کا نام ہے۔“

”ہاں مگر اب یہ عورت خواہ مخواہ مجھے غصہ دلا رہی ہے۔“
الطاف کی غصیلی آواز آئی۔

”آپ کا غصہ فتنول ہے مسٹر الطاف عمران سیریز پر ڈورے نہ ڈالے
ہوں گے وہ اس قسم کا آدمی معلوم ہی نہیں ہوتا بلکہ میں تو یہاں
تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اسے عورتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“

”خیر یہ غلطی ہے، یاد رہی وہ دوسرے قسم کے مردوں میں سے ہے
یہ لوگ خواہ مخواہ عورتوں سے لاپرواہی ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ
ہوتی ہے کہ وہ ان کے کتے ہوتے ہیں۔ ان کی بے رخی تو دراصل عورتوں کو اپنی
طرف متوجہ کرنے کا ایک طریقہ ہوتی ہے۔“

”ممکن ہے آپ درست کہہ رہے ہوں ! ہاں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔
”بس یہ سمجھ لو کہ سارا قصور اسی کا ہے ہاں یہ بتاؤ کیا وہ تمہارے
ساتھ آنے پر آمادہ ہے۔“

”میں اسے آمادہ کر لوں گی شاید کل شام کو وہ میرے ساتھ باہر
نکل سکے۔“

”اچھی بات ہے۔ کل دس بجے تک تمہیں مقام کے متعلق اطلاع دے دی
جائے گی۔“

”مگر آپ کہیں گے کیا؟“

”بس تم دیکھنا! میری حکمت عملی ویسے تم مطمئن رہو کوئی
غیر قانونی حرکت ہرگز نہ ہونے پائے گی۔“

”مجھے الطیفان ہے مسٹر الطاف آپ بہت اونچے آدمی ہیں !“

• شکریہ ! بے بی مگر افسوس کاش میری بیوی نے کبھی مجھے
 اس نقطہ نظر سے دیکھا ہوتا ۔
 ” آپ کے کہنے کا مطلب یہ کہ میں آپ کی بہت عزت
 کرتی ہوں !
 • اسی لئے میں بھی تمہاری بہت عزت کرتا ہوں
 اچھا بے بی اور کچھ نہیں ؟
 • جی نہیں !
 دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی !



آج سردی کم تھی اور پھیلی رات کا شفاف چاند سفید بادلوں کے چھوٹے چھوٹے
 ٹکڑوں سے بار بار الجھ رہا تھا۔ کلاک نے بارہ بجائے اور وزارت خارجہ کا
 اسسٹنٹ سیکرٹری کمرنل ناوڈ ٹیلے ٹیلے دک گیا۔ مغربی سمت کی طرف کھڑکی کا
 ایک پٹ کھلا ہوا تھا جس سے دور تک پھیلا ہوا میدان دکھائی دیتا تھا۔ وہ کھڑکی
 کی طرف بڑھا اور دوسرا پٹ بھی کھولتا ہوا سلاخوں پر جھک گیا۔ حق نظر تک
 چاندنی کھیت کر رہی تھی۔ پھر اس نے بڑی بے چینی سے کلاک کی طرف دیکھا
 بارہ بج کر دو منٹ ہوئے تھے۔ اب اس نے اس طرح کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی
 جیسے دیوار سے لگے ہوئے کلاک نے اسے دھکا دیا ہو۔ باہر ہلکی سی سحر اہٹ
 ہوئی اور وہ چونک پڑا۔ کچھ دیر پر خود رو پھولوں کی جھاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ وہ
 آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں گھورنے لگا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس کے
 انداز میں بڑی بے چینی تھی۔ جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا "سلوانا"
 اسے اپنی سرگرمی دور تک بھیلی محسوس ہوئی۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔
 کیونکہ اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ حقوڑی دور پر جھاڑیاں متحرک نظر آ رہی تھیں
 وہ دوڑتا ہوا دہاں پہنچا "سلوانا" اس نے پھر آہستہ سے پکارا۔ اور چاروں
 طرف دیکھنے لگا۔ اس بار اسے جھاڑیوں میں ایک لامتحہ دکھائی دیا۔ وہ جھپٹا
 لامتحہ غائب ہو گیا۔ وہ ہنستا ہوا جھاڑیوں میں گھسنا چلا گیا۔
 لیکن اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی گردن میں پھندا سا پڑ گیا ہو۔

ایک جھلکے کے ساتھ رک کر اس نے اپنی گردن ٹٹولنی چاہی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ایک مضبوط ہاتھ اس کے منہ پر پڑا.... ساتھ ہی اس کے ہاتھ بھی کسی کی گرفت میں آ گئے۔ اس نے تڑپ کر اس جالی سے نکلنا چاہا مگر ممکن نہ ہوا۔ منہ پر ہاتھ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ ایسی صورت میں حلق سے آواز کیا نکلتی۔

وہ زمین پر گر آیا گیا... لیکن بے حس و حرکت... شاید بیک وقت کئی آدمیوں نے اسے دبا رکھا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے کانوں میں گونجنے والی جھانپیں جھانپیں گہری ہوتی گئیں.... ایک بار آنکھوں کے سامنے کوئٹا سالپکا اور پھر گہری تاریکی چھا گئی۔ کانوں کی جھانپیں جھانپیں ذہن کے اندھیروں میں مدغم ہو گئی۔

کرنل ناڈر اچھے ہاتھ پیر اور بہتر صحت کا مالک تھا.... لیکن پھر بھی جب وہ دوبارہ ہوش میں آیا تو نقاہت کی وجہ سے آنکھیں کھولنے میں بھی دشواری محسوس کر رہا تھا۔ لیکن پھر اس طرح اچھل پڑا جیسے اچانک کوئی چیز جھجھ گئی ہو.... وہ برہنہ تھا.... جسم پر ایک تار بھی نہیں تھا.... اس نے چاروں طرف دشت پر نظر دوڑا دیکھا اور دیوانوں کے سے انداز میں پورے کمرے میں چکر لگانے لگا۔ وہ کمرے میں تنہا ہی تھا.... لیکن یہاں اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملی....

وہ اپنا جسم ڈھانک سکتا۔

اس کا سر بڑی شدت سے چکر اتار رہا۔
دھنسا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ وہ بے تحاشہ بیٹھ کر ایک گوشے میں سمٹ گیا۔

آنے والے تینوں سفید فام آدمی پاؤں کی وضع رکھتے تھے۔
”اے.... دیکھو! اس شخص کے بے شرم کو!....“ ایک نے ڈاڑھی پر ہاتھ پھر کر کہا۔

”جی جی! دوسرے نے برا سامنہ بنایا۔
 کیا تمہیں شرم نہیں آتا؟“ تیسرے نے ڈپٹی سیکرٹری کو مخاطب کیا۔
 ڈپٹی سیکرٹری فوجی آدمی تھا۔ لیکن اس قسم کے حالات سے دوچار ہونا اس کے
 لئے بالکل نئی بات تھی اور وہ بری طرح نروس ہو گیا تھا۔
 ”ارے کچھ اثر ہی نہیں ہوتا.... اس پر....“ ایک نے کہا۔
 ”بہرا ہے شاید!“ دوسرا بولا۔

”کیوں کیا تم بہرے ہو....؟“ تیسرے نے ڈپٹی سیکرٹری کو مخاطب کیا۔
 ”میرے کپڑے لاؤ.... سوڑ کے بچو!“ ڈپٹی سیکرٹری نے کپکپاتی ہوئی
 آواز میں کہا۔ ”ورنہ چن چن کر قتل کر ڈالوں گا.... میرے کپڑے لاؤ.....
 لاؤ..... جلدی.... ننگو یہاں سے.... سوڑ کے بچو!“
 ”پاکل معلوم ہوتا ہے“ تیسرے نے دوسروں کی طرف دیکھ کر غمخیزہ آواز
 میں کہا۔ ”بھاگو یہاں سے!“

اور وہ سچ بھاگتے ہوئے کمرے سے نکل گئے۔ انہوں نے دروازہ بھی نہیں
 بند کیا۔

ڈپٹی سیکرٹری اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا کہ اسے بند کر کے اندر سے چٹخنی
 چڑھا دے۔ لیکن پھر وہ جھجک کر پیچھے ہٹ آیا۔ ایک لمبا آدمی دروازے میں کھڑا
 تھا۔ اس کے ہاتھ میں ڈپٹی سیکرٹری کے کپڑے تھے۔ اس نے انہیں اس کی طرف
 اچھالتے ہوئے کہا۔

”کپڑے پہن لو!“

اور پھر وہ کمرے سے نکل گیا۔ ڈپٹی سیکرٹری نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کپڑے
 پہنے اور پھر دروازے کی طرف بڑھا۔ اب اس کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو رہی تھیں

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس وقت پہاڑ سے بھی ٹکرا جائے گا۔

اس نے اپنی پوری قوت سے لمبے آدمی پر حملہ کر دیا۔ لیکن اپنے ہی زور میں منہ کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ کیونکہ لمبے آدمی نے بڑی پھرتی سے وار خالی کر دیا تھا.... اور پھر اسے اسٹن کے حملت نہ مل سکی۔ لمبا آدمی اس پر سوار ہو گیا۔

”تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو دوست! اس نے ڈپٹی سیکرٹری کی گردن دہلاتے ہوئے سفاکانہ لہجے میں کہا.... اور پھر اچھل کر ہٹ گیا۔

ڈپٹی سیکرٹری زمین سے اٹھا تو لیکن چپ چاپ کھڑا ہوا۔

”تم اب بوڑھے ہو چلے ہو.... لمبے آدمی نے کہا اس لئے اس قسم کی ورزشیں تمہارے اعصاب کے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہیں!

مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔“ ڈپٹی سیکرٹری غصے سے بولے۔

”ایک بہت ہی معمولی بات کے لئے.... جو ذاتی طور پر تمہارے لئے ذرہ برابر بھی نقصان دہ نہیں ہو سکتی! تم صرف اتنا بتا دو کہ ریڈ اسکواڈ کا غذات کہاں رکھے گئے ہیں؟“

”اوہ!“ ڈپٹی سیکرٹری اسے گھورنے لگا۔

”میں یہ سننا پسند نہیں کروں گا کہ تم اس سے لاعلم ہو! لمبے آدمی نے کہا۔ یہ حقیقت ہے کہ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔“

”تم اچھی طرح جانتے ہو۔“

ڈپٹی سیکرٹری کچھ نہ بولا۔ لمبے آدمی نے مسکرا کر کہا ”اگر تم نہیں بتاؤ گے... تو کپڑے پھرتا رہے جاؤ گے اور ایک مجمع ہو گا تمہارے گرد۔“

”میں ایک آدمی کو جان سے مار دوں گا۔“ ڈپٹی سیکرٹری غصے سے بولے۔

”ہو چلا ہوں لیکن قوت ہے میرے جسم میں!“

”تم احمقوں کی سی گفتگو کر رہے ہو۔ تمہیں کچھ بتانا پڑے گا۔“

ڈپٹی سیکرٹری خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

”تم کسی پاگل کتے کی طرح جھونکنے لگو گے۔“ لمبا آدمی بولا ”تم.... ہم سے ادا ہارے

طریق کار سے ناواقف ہو۔ ہم تم پر تشدد نہیں کریں گے..... اس کے باوجود بھی تم اگل دو گے۔“

”جب مجھے کچھ معلوم ہی نہیں ہے تو میں بتاؤں گا کیا۔“

”دیکھو دوست! پھر سوچ لو.... تمہارے کپڑے اتار لئے جائیں گے۔“

”تمہاری مرضی؟“ ڈپٹی سیکرٹری نے لاپرواہی سے شانہ کو جنبش دی۔

”میں تمہارے پورے خاندان کو اسی طرح یہاں اکٹھا کر سکتا ہوں.... ذرا سوچو

تو..... اگر وہ سب.... تمہاری ہی طرح برہنہ کر کے اسی کمرے میں تمہارے

ساتھ بند کر دیئے گئے..... تو.....؟“

ڈپٹی سیکرٹری سر سے پیر تک لرز گیا۔

”اس کی کھال اڑا دی جاتی.... تب بھی کاغذات کے متعلق کچھ نہ بتانا.....“

لیکن یہ حرکت..... خدا کی پناہ..... اس کے تصور ہی سے اس کا دل میٹھنے لگا۔

”نہیں!“ اس نے مضطربانہ اظہار میں کہا.... ”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“

”نہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو!“ لمبا آدمی بیدردی سے ہنسا ”میرے لئے

یہ ناممکن نہ ہو گا۔“

”وہ کاغذات اسٹیٹ بینک کی سیف کسٹڈی میں ہیں۔“

”تم سمجھا رہے ہو!“ لمبے آدمی نے سنجیدگی سے کہا ”لیکن تمہیں اس وقت

تک یہاں رہنا پڑے گا جب تک کہ کاغذات ہمارے قبضے میں نہ آجائیں۔“

”تم کون ہو؟“ ڈپٹی سیکرٹری نے غمزہ آواز میں پوچھا۔

”الفانے! لمبے آجی نے آہستہ سے کہا اور اس کے پتے پتے ہونٹ پھیل گئے.... طوطے کی پنج کی طرح جھلکی ہوئی ناک..... کچھ اور زیادہ خم دار معلوم ہونے لگی۔“



فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی چونکہ یہ عمران کا وہ فون تھا جس کے نمبر
ٹیلیفون ڈائریکٹری میں بھی پائے جا سکتے تھے۔ اس لئے اسی نے کوئی پروا نہ کی اور
گھنٹی بجتی رہی۔

عمران کا خیال تھا کہ یہ وہی نامعلوم لڑکی ہوگی جو اسے اکثر فون پر بلد کرتی رہتی تھی
اس لئے اس نے خاموش ہی رہنا مناسب سمجھا۔ لیکن جب گھنٹی کسی طرح بند ہونے ہی
کو نہیں آئی تو اس نے جھلک کر دیکھا اٹھایا اور جھگڑاتی ہوئی کئی آواز میں بولا۔
”ہیلو!“

”کیا عبدالجبار صاحب موجود ہیں؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

عمران کا منہ اور زیادہ بگڑ گیا۔

غالباً کسی نے غلط نمبر ڈائل کئے تھے۔

”ہیلو!“ دوسری طرف سے پھر آواز آئی۔ ”میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ کیا

عبدالجبار صاحب گھر پر موجود ہیں؟“

”موجود ہیں!“ عمران نے جواب دیا۔

”فدا فون پر بلا دیجئے“

”جی عبدالجبار ہی بول رہا ہوں۔“

”آقاہ! جیآ رہائی۔۔۔۔۔ سلام علیکم۔۔۔۔۔ پہچانا آپ نے۔۔۔۔۔!“

دوسری طرف سے ہنسنے والے نے ایک کر کہا۔

”پہچان لیا!“

”اچھا ہی ہی ہی کسے بھائی صاحب! میرا کام ہوا یا نہیں؟“

”ہو گیا!“

”نہیں۔ آپ مذاق کر رہے ہیں ہی ہی ہی ہی“

”ہاں میں مذاق کر رہا ہوں ہی ہی ہی ہی“

”ہی ہی ہی ہی!“

”ہی ہی ہی ہی“۔ عمران نے بھی اسی کی نقل کی۔ اور چند سیکنڈ تک دونوں میں

”ہی ہی ہی“ کا تبادلہ ہوتا رہا۔

”جبار بھائی مطلب یہ ہے کہ آپ کو یقین ہے ناکہ کام ہو گیا ہے؟“ دوسری

طرف سے کہا گیا۔

”ہاں مجھے یقین ہے کہ کام ہو گیا ہے اور تم گدھے ہو!“

”جی!“

”تم گدھے ہو!“

”یعنی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“

”یو آر اے ڈلکی یہ تو ہوا انگریزی میں یعنی اب

اور جس زبان میں کہو یعنی کر دوں۔“

”آپ نے شاید مجھے نہیں پہچانا میں نواب کرامت علی بول

رہا ہوں۔“

”تم ملکہ وکٹوریہ کے بھتیجے سہی۔ لیکن ہو گدھے!“

”اے جبار! تم ہوش میں ہو یا نہیں؟“

”میں بالکل ہوش میں ہوں نواب کرامت علی تم ایک بار پھر گدھے ہو۔“

”شٹ اپ یو ڈرنٹی سوائین“
 ”میں ڈرنٹی سوائین ہی ہوں.... کوآب نرا مت.... اوہ..... نواب
 کرامت علی.... مگر تم گدھے ہو“
 ”میں تمہیں دیکھ لوں گا سور کے بجائے“ دوسری طرف سے دھاڑنے کی آواز آئی۔
 ”میں سو کا بچہ ہی ہوں لیکن تم سو فیصد ہی گدھے ہو“
 ”اچھا، اچھا!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ عمران ریسورڈ رکھ کر میز کے پاس سے
 ہٹنے بھی نہیں پایا تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔

”اب کون ہے بھئی“ عمران ریسورڈ اٹھا کر دھاڑا۔

”میں جو لیانا فٹرز ڈائریبل رہی ہوں اور تم شاید عمران ہو.... لیکن اس طرح حلق
 کیوں پھاڑتے ہو۔ اگر لائن خراب ہو گئی تو.....“

”تم کیوں کان کھا رہی ہو میرے“

”میرے پاس تمہارے لئے ایک سنسنی خیز خبر ہے“

”کیا میرے ڈیڑھی نے مسکانا سیکھ لیا؟“

”ششش! وزارت خارجہ کے ڈپٹی سیکرٹری کرنل ناود پر اسرار طور پر غائب ہو گئے“

”بڑا اچھا ہوا۔ ان کا بیچھا ٹیلیفون سے چھوٹ گیا۔ اب وہ دنیا میں کوئی ڈھنگ کا

کام کر سکیں گے۔ میری طرف سے ان کے گھر والوں کو مبارکباد دو“

”ریڈ اسکوئر کا غذات انہیں کی تحویل میں تھے“ جولیانے اس کی بکواس کی پروا نہ کیے

بغیر کہا۔

”اوہو! تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ لاپتہ ہو گئے ہیں؟“

”گھر والوں کا بیان ہے کہ وہ اطلاع دیئے بغیر کہیں نہیں جاتے تھے“

”مکن ہے اس بار بغیر اطلاع ہی کے چلے گئے ہوں۔“
 ”یہ نا مکن ہے۔۔۔۔۔ آج صبح ان کی خواہگاہ کا وہ دروازہ کھلا ہوا ملا جو کھیتوں
 کی طرف کھلتا ہے۔ اور وہ ابھی تک غائب ہیں۔ ان کے سلیمپر اور سونے کا لباس
 خواہگاہ میں نہیں ہے۔“
 ”ریڈ اسکوائر کاغذات کہاں ہیں؟“
 ”اس کا علم سر سلطان اور کرنل نادر کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔“
 ”ہمب۔۔۔۔۔ تو تم مجھے کیوں پور کر رہی ہو۔“
 ”کاغذات کی مصیبت تو تمہاری ہی لائی ہوئی ہے۔“
 ”وہ مصیبت تو میں نے اپنے لئے مولی لی تھی۔۔۔۔۔ تم سے کس نے کہا تھا کہ
 تم تحریب کا بیگ لے جاؤ؟“
 ”اس قحطے کو ختم کرو۔ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔“
 ”میرے پاس برباد کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں اب اس
 چکر میں نہیں پڑوں گا۔“
 ”متہیں وقت نکالتا پڑے گا۔۔۔۔۔ ورنہ تمہاری زندگی تہ تیغ کر دی جائے گی۔“
 ”دیکھا جائے گا؟“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب وہ بڑی تیزی سے
 سر سلطان کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ گھر پر وہ نہ مل سکے۔۔۔۔۔ لہذا اس نے آفس کے
 نمبر ڈائل کئے۔۔۔۔۔ لیکن وہاں بھی ان سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ یہ چیز عمران کے لئے
 تشویش کن تھی۔۔۔۔۔ آفس میں معلوم ہوا کہ وہ ابھی آفس پہنچے ہی نہیں اور گھر سے معلوم
 ہوا تھا کہ وہ دو گھنٹے قبل آفس جا چکے ہیں۔ درمیان میں کہیں رکنا کم از کم آفس کے
 اوقات میں ہر سلطانی کے لئے ناممکن ہی تھا۔ کیونکہ وہ ایک با اصول آدمی تھے۔
 عمران نے سوچا کہ کاغذات کے متعلق سر سلطان یا کرنل نادر کے علاوہ اور کسی کو

علم نہیں تھا۔ لہذا اگر ڈپٹی سیکرٹری اسی سلسلے میں غائب ہوا ہے تو سرسلاطین بھی محفوظ نہیں ہو سکتے۔

اس نے دس منٹ کے اندر ہی انڈر فلیٹ چھوڑ دیا۔ سب سے پہلے وہ سرسلاطین کے گھر پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا کہ سرسلاطین کو ان کا ڈرائیور لے گیا تھا۔ وہ خود کلہ نہیں ڈال پڑ کرتے تھے۔ ڈرائیور بھی کوئی نیا آدمی نہیں تھا بلکہ سرسلاطین کے ہاں اس کی ملازمت کو تقریباً بیس سال گزر چکے تھے۔

مگر ایک نئی بات بھی معلوم ہوئی۔ . . . سرسلاطین آفس جانے سے قبل کسی سے ویریک فون پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ گفتگو سنی نہیں گئی تھی لیکن ان کے جھپٹے نے بتایا کہ وہ اس لمبی گفتگو کے بعد کچھ متفکر سے نظر آنے لگے تھے۔ کیا انہوں نے اس کے بعد گھر والوں سے کوئی گفتگو کی تھی؟ "عمران نے پوچھا۔

"نہیں! " جواب ملا۔

"پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفس ہی گئے تھے۔"

"کیونکہ ان کے متمولات میں کبھی فرق نہیں آیا۔ وہ روزانہ اسی وقت آفس آتے روانہ ہوتے ہیں۔"

"انہوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ آفس جانے سے پہلے کہاں جائیں گے؟"

"نہیں!"

"کچھ اندازہ ہے آپ کو . . . کہ وہ فون کس کارڈ پر ہوگا۔"

"یہ بتانا بہت مشکل ہے۔"

پھر عمران نے وہیں سے جولیانافٹنرواٹر کو فون کیا۔ اب وہ ویراصل ڈپٹی سیکرٹری کر رہی تھی اور کہے گھر جانا چاہتا تھا۔ جولیانانے شاید پہلے اسے اسی سلسلے

فون کیا تھا لہذا وہ تیار ہو گئی۔ اس نے بتایا کہ وہ ڈپٹی سیکرٹری کے بنگلے کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد عمران کی ڈیسٹر میں اس کے بنگلے کی کپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ اور اس کا ذہن شاید اسی رفتار سے سوچ رہا تھا۔ جس رفتار سے اس کی ڈیسٹر سڑک پر ناپ رہی تھی۔

الفانسے اور تقریباً لازمی ناہنجہ ہیں۔ لہذا کاغذات سر وقت ان کے ہاتھ میں پہنچ سکتے ہیں۔ اتنے دنوں کی خاموشی یقیناً کسی طوفان ہی کا پیش خیمہ تھی۔ ممکن ہے اب انہوں نے پھر کاغذات کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کر دی ہو۔ اور پھر ابھی حال ہی میں تو یہ پورے حملہ بھی ہو چکا تھا۔ اور فی الحال سیکرٹ سروس کے ممبران جن عجز و غرور کی نظروں میں تھے وہ تقریباً کے ساتھ ہی ہو سکتے تھے۔

ڈپٹی سیکرٹری کے بنگلے کے قریب اسے جو لیا تا فٹروالٹر کی کار نظر آئی۔ اس نے بھی اپنی ڈیسٹر روک دی لیکر اچھلے نہیں اترتا۔ جو لیا نے اپنی کار اسٹارٹ کی اور عمران کو بھی گاڑی کیاؤنڈ میں لے چلنے کا اشارہ کیا۔

بحیثیت عمران وہ یہاں تنہا نہ ہو سکتا تھا۔ وہ اسے علم تھا کہ کاغذات ڈپٹی سیکرٹری ہی کی تحویل میں تھے۔ اس لئے اس نے بحیثیت ایکس ڈی جو لیا کو ہدایت کی تھی کہ وہ ڈپٹی سیکرٹری پر زور رکھے۔

جو لیا آج ہی ایک بار پہلے بھی اپنی سیکرٹری کے آفس کمرے کا جائزہ لے چکی تھی۔ جہاں سے وہ غائب ہوئے تھے۔ وہ عمران کو بھی اپنے ساتھ واپس لے گئی۔ عمران کافی دیر تک کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے وہ دروازہ کھولا۔ جو میدان کی طرف تھا۔

”راؤ صاحب سے تو انہوں نے اٹھا ڈسے کی پوچھ لی تھی اسکتی ہیں۔“ عمران نے جھلیکا کر آنکھ مار کر کہا۔ پھر یک جیک چونک کر بولا۔

”ہائیں.... تو کیا وہ کاغذات کرنل ناؤر سے گھر پر رکھے ہوں گے؟“
”جی نہیں اتنا احمق نہیں سمجھتی۔“

”پھر وہ کہاں رکھے گئے ہوں گے؟“

”سر سلطان کے علاوہ شاید کسی کو بھی علم نہ ہو۔“

”ہا ہہہہ.... کیا تمہارے چوہے ایکسٹرو کو بھی علم نہ ہوگا۔“
”چتہ نہیں!“

”اس سے پوچھو! ورنہ کاغذات ہاتھ سے گئے۔“

”اچھ! ہمارا چیف آفیسر لاپتہ ہے۔ ۱۰۔ اے کئی بار فون کر چکی ہوں.... لیکن جواب نہیں ملتا۔“

عمران سوچنے لگا۔ وہ اٹو کا پٹھا کیا بتائے گا جب خود اسے ہی علم نہیں ہے کہ کاغذات کہاں ہوں گے۔ یہ حقیقت تھی کہ اسے علم نہیں تھا۔ سر سلطان کی ذہنی اسے صرف اتنا ہی معلوم ہوا تھا کہ کاغذات کتنی ناؤر کی تحویل میں ہیں.... لیکن شاید انہوں نے یہ بتانے کی ضرورت انیس محسوس کی تھی کہ کرنل ناؤر نے انہیں کہاں رکھا ہے۔

”ان کے گھر والے کا کیا خیال ہے؟“

”وہ بیجا ہے اتنے بدحواس ہیں کہ انہیں کوئی خیال ظاہر کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔“

”کرنل ناؤر سے لئے یہ پہلا واقعہ ہے۔.... یا پہلے بھی کیسی ایسا ہو چکا ہے۔؟“

میں نے بھی گھروالوں سے یہی سوال کیا تھا۔ لیکن کوئی تشفی بخش جواب نہیں دے سارا۔
گھروالے پریشان ہیں۔ لیکن کرنل نادر کی بیوی بڑے غصے میں معلوم ہوتی ہے اس نے
مجھ سے بات تک نہیں کی۔

”تمہیں وہ کسی حیثیت سے جانتی ہے ؟“ عمران نے
سوال کیا۔

”اوہ میں نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ میرا تعلق عکس
سراغزسانی سے ہے۔“

”اور اس کی بیوی نے یقین نہیں کیا۔“

”میں نہیں کہہ سکتی کہ اسے یقین آیا تھا یا نہیں لیکن تم یہ کیوں پوچھ
رہے ہو ؟“

”میں اس کی بیوی سے ملنا چاہتا ہوں۔“

چولیڈے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔

کچھ دیر بعد عمران کرنل نادر کی بیوی سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ ایک بھاری جبرک
اور بڑے بڑے مزاج کی عورت تھی۔

”میں نہیں سمجھ سکتی ! وہ نمٹنے چھلا کہ بولی !“ آخر اس جھڑپ میں حکم
سراغزسانی کیوں کو دیا ہے کہیں گئے ہوں گے واپس
آجائیں گے۔“

”آپ کو ان کے اس طرح غائب ہو جانے پر تشویش نہیں ہے۔“ عمران نے
پوچھا۔

”میں کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتی۔“

”جواب نہ دے کہ آپ نقصان میں رہیں گی۔“ عمران نے اہستہ سے کہا۔

ہے.... کرنل کی زندگی خطرے میں ہو۔“

”کیا مطلب؟“ عورت یکید بیک چومک پڑی۔

”زندگی خطرے میں ہونا بجائے خود ایک بہت بڑا مطلب ہے۔ میں آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل وہ کس وقت خوابگاہ میں گئے تھے؟“

عورت چنڈ لے کر تشویش کن نظروں سے عمران کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔
”بہتہ نہیں، کس وقت گئے تھے.... یہ بتانا مشکل ہے۔“

”آپ نے آخری بار انہیں کس وقت دیکھا تھا؟“

”شاید نو بجے.... وہ ڈائننگ روم سے اٹھے تھے۔ پھر وہ خوابگاہ ہی کی طرف گئے ہوں گے۔“

”لیکن میرا خیال ہے کہ وہ رات بھر بستر پر نہیں لیٹے!“
”نہ لپٹے ہوں گے!“ عورت نے کچھ اس انداز میں کہا جیسے کہ وہیں جو جہنم میں جاؤں گی۔“

”آپ کرنل صاحب سے ناراض معلوم ہوتی ہیں؟“ عمران مسکرایا
”میں آپ کسی بات کا جواب نہیں دوں گی۔“ عورت نے کہا اور اٹھ کر
اسٹڈی سے چلی گئی۔

عمران لان پر نکل آیا۔

چولیا کا اندازہ صحیح تھا۔

گھر کے دوسرے افراد یقیناً بدحواس تھے۔

لیکن کرنل کی بیوی اس واقعے سے ذرہ برابر بھی متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی۔

عمران نے فرداً فرداً ہر ایک سے سوالات کئے۔ لیکن حاصل کی ہوئی معلومات
تشفی بخش نہیں تھیں۔ آخر میں وہ ایک نوجوان ملازمہ سے جانکوبایا۔

”تم تو جانتی ہی ہو گی کہ کرنل صاحب کہاں گئے ہیں۔“ عمران اپنی بائیں آنکھ دبا کر اُستہ سے بولا۔

”میں کیا جانوں؟“ وہ چٹکی۔

”بیگم صاحب کا خیال تو یہی ہے کہ کرنل صاحب تمہیں سب کچھ بتا دیتے ہیں۔“
”ارے واہ! میرے منہ پر تو کہیں..... میں جوتی پر مارتی ہوں ایسی نوکری کو.....“

”اس موٹی پرٹھے بھی بڑا غصہ آیا تھا۔“ عمران نے ہمدردانہ لہجے میں کہا خواہ مخواہ تم جیسی شریف لڑکی کو عیب لگاتی ہے۔“

”ہاں۔ وہ کاہے کو بتائیں گی کہ صاحب بارہ بجے رات تک اس پر کٹھ سے جا پانی زبان سیکھا کرتے تھے۔“

”اچھا! عمران رازدارانہ لہجے میں سر ہلا کر بولا۔

”ہاں صاحب! وہیں سوئے کے کمرے میں۔“

”کون ہے وہ پرکٹھی؟“

”میم ہے..... اب بیگم صاحب کا خیال ہے کہ اسی کے ساتھ کہیں چلی دہیٹے ہوں گے۔“

”ضرور ہی بات ہو گی۔“ عمران سر ہلا کر بولا ”کیا وہ میدان کی طرف گئے
دروازے سے آیا کرتی تھی؟“

”اوہ کیا..... اوہ صرف سے تو آتی ہو گی..... ایک رات بیگم صاحب نے دیکھ لیا تھا..... خوب گرجیں بوسیں..... صاحب نے کہا کہ وہ تو روز آتی ہے
کہہ کہ وہ اس سے جا پانی پکھتے ہیں۔ یہ زبان سیکھنے کے بعد ان کی ترقی ہو جائے گی
عہدہ بڑھا کر انہیں جا پانی پیج دیا جائے گا۔“

”واہ جی..... بڑھا بھی چالاک معلوم ہوتا ہے.....“ مران پھر اسے آنکھ
 مار کر مسکرایا..... اور وہ اٹھلا کر بولی ”اب جانے دیجئے مجھے..... مگر
 بیگم صاحب سے یہ نہ بتائیے گا۔“

”کبھی نہیں۔ میں اب اس موٹی غرغھوار عورت سے بات نہیں کروں گا.....
 مگر سنو تو.... کیا وہ دن میں بھی آتی رہی ہے؟“
 ”نہیں..... میں نے بھی اسے دیکھا نہیں ہے..... گھر میں ہڑ ہڑا تھا۔
 میں نے بھی سن لیا۔“

”ہڑ ہڑا بڑا تھا؟“

”تین چار دن ہوئے۔“

”اس پر کٹی کا نام تو سننا ہی ہو گا تم نے؟“

”نہیں..... میں نام و ام نہیں جانتی۔“

”اچھا جاؤ..... خدا تمہیں کوئی سعادت مند رو لہا نصیب کہے۔“

”اسے واہ..... ہم سے مذاخ نہ کرنا۔ پڑے آئے کہیں کے۔“ وہ مران

کو منہ چڑا کر بھاگ گئی۔

مران نے ایک بار پھر کرنل ناڈر کی بیوی سے رجوع کرنا چاہا۔ لیکن اس نے
 ملنے سے انکار کر دیا۔ آخر مران نے کانڈر کے ایک منگڑے پر لکھا۔

”مجھے بھی جاپانی زبان سے بہت دلچسپی

ہے لیکن کرنل صاحب جاپان نہیں بھیجے

جاسکتے..... البتہ وہ عورت انہیں

جہنم میں ضرور پہنچا سکتی ہے۔“

یہ تحریر بیگم ناڈر کو بھیجا دی گئی۔ اور پھر وہ تھوڑی سی دیر بعد اسٹڈی میں موجود

”حقّی! لیکن اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور پلکیں کچھ متوڑم سی نظر آ رہی تھیں۔
 شاید وہ روئی حقّی۔“

”مجھے افسوس ہے محترمہ! عمران نے منہم آواز میں کہا ”دنیا کی کوئی عورت
 اسے برداشت نہیں کر سکتی۔“

”کام کی بات....“ عورت ہاتھ اٹھا کر بولی ”مجھے کسی کی ہمدردی کی
 ضرورت نہیں ہے۔“

”اوہ.... ہاں.... میں اس عورت کا نام معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”نام مجھے نہیں معلوم۔“

”حلیہ بتا سکیں گی آپ؟“

”میں نے صرف ایک بار ایک جھلک دیکھی حقّی.... اس لیے حلیہ بھی نہ
 بتا سکوں گی۔“

”کیا وہ پچھلی رات بھی ان کے کمرے میں حقّی؟“

”مجھے علم نہیں!“

”کیا آپ مجھے ان کی خواہگاہ کی تلاشی لینے کی اجازت دیں گی؟“
 ”آخر محکمہ سرانجامی کو ان کے کہیں غائب ہو جانے سے کیا دلچسپی
 ہو سکتی ہے۔“

”یہ ایک بہت ہی خاص قسم کا معاملہ ہے.... ورنہ ہمیں ان کے
 غائب ہو جانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔“

”وفاً جو لیا لائیتی ہوئی اسٹڈی میں داخل ہوئی۔“

”کیا بات ہے؟ عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔“

”چلو جلدی.....“

”کیوں.... کوئی خاص بات؟“

”سر سلطان مل گئے..... ان کی کار ایک دیران مقام پر ملی ہے۔ وہ

خود بہیوشی ہیں اور ڈنڈا پتور لا پتہ ہے۔“

”اوہ.....! عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکڑے

”تم تو یہاں تھیں!“

”ابھی ابھی جعفری نے فون پر کہا ہے۔ اسے علم ہے کہ ہم یہاں ہیں۔“

”تو اب کہاں ہیں سر سلطان؟“

”ہسپتال میں.... سول ہسپتال میں!“

”غیر انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں پہنچی.... میں فی الحال کرنل کی خواہگاہ کی

تلاشیوں گا۔“

”یہ کیا قصہ ہے؟“ بیگم نادر نے ہنسنے ہوئے انداز میں کہا ”سر سلطان

وہی نا.... جو کرنل کے آفیسر ہیں۔“

”جی ہاں وہی..... اتفاق سے وہ بھی اسی عورت سے جا پانی سیکھتے

تھے۔“

بیگم نادر نے حیرت سے منہ کھولا اور چپس بند کر لیا۔

عمران کو کمرے کی تلاشی لینے کی اجازت مل گئی تھی۔!

اسی نے ذرا ہی سی دیہ میں پودا کمرہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔

جو لیا اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

وہ نہیں سمجھ سکتی تھی کہ عمران کیا کر رہا ہے۔

اس کا خیال تھا کہ سر سلطان والی خیر مان کے لیے بڑی سنسنی خیز ثابت ہوگی۔ اور

شاید وہ بوکھلا ہٹ میں جوتے اتار کر سہل ہسپتال کی سمت دوڑنا شروع کر دے گا۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ عمران ایک بڑی سی کنجی ہاتھ میں لیے اسے اس طرح گھمد رہا ہے جیسے اس پر کوئی گندی سی گالی تحریر ہو۔

عمران جولیاء کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

اور..... کنجی جیب میں ڈال لی۔

پھر وہ فون کی طرف بڑھا۔

کسی کے نمبر ڈائل کیے۔

اور جب گفتگو شروع ہوئی تو جولیاء کو معلوم ہوا کہ وہ اسٹیٹ بینک کے ایک آفیسر سے ہمکلام ہے۔

لیکن عمران نے خود کو محکمہ سرائع سامانی کا ایک آفیسر ظاہر کیا تھا۔

جب وہ ریسیور رکھ کر جولیاء کی طرف مڑا تو اس نے اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ انداز کی مسکراہٹ دیکھی۔

”کاغذات اسٹیٹ بینک کی سیف کسٹڈی میں ہیں۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ..... تو کیا وہ کنجی.....!“

”وہ کنجی اسی سیف کی ہے جہی میں کاغذات رکھے ہوئے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

کسی اور نے بھی تیرہ نمبر کی تجویز کے متعلق ابھی ابھی بینک سے گفتگو کی تھی اور اس نے خود کو محکمہ سرائع سامانی کا ایک آفیسر ظاہر کیا تھا۔ لیکن بھلا محکمہ سرائع سامانی کو ان کاغذات کے متعلق کیسے معلوم ہو سکتا ہے..... کیوں

کیا خیال ہے؟“

• اودہ تو پھر یہ کچا جانے کہ کرنل ناوڈ الفانسے کی قید میں ہیں

اور اسے کاغذات کے متعلق بتا چکے ہیں۔

• اس کے علاوہ اودہ کچے نہیں ہو سکتا اگر یہ صبح ہے تو یقین رکھو کہ سلطان

میں آسانی سے ہوش میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ کاغذات کے متعلق اتنا ہی علم رکھتے

ہیں جتنا کرنل ناوڈ کو ہے۔ اور سنو آج رات کوئی نہ کوئی اس کچی کو

حاصل کرنے کے لیے عمارت میں ضرور گھسے گا۔

• کیا تم نے اس کچی کے لیے تلاشی لی تھی۔

• نہیں ! میں کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھا جس سے اس عورت پر روشنی پڑ سکے۔

کئی تو اتفاقاً ہاتھ لگئی اور اپنی محنت برباد نہیں ہوئی۔

• اودہ اس عورت کے متعلق کیا معلوم ہوا ؟

• کچھ بھی نہیں ! ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی، جس سے اس کے بارے میں کچھ

معلوم ہوتا۔

• اب کیا ارادہ ہے ؟

• ایک بکری کا بچہ پال کر اسے جوان کرنے کی کوشش کروں گا ! عمران

نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

• وہ کبھی میرے حوالے کر دو۔

• تمہارے فرشتے بھی مجھ سے نہیں لے سکتے۔

• تب تم اس عمارت سے بھی نہیں نکل سکو گے میں کرنل کے گھروالوں

سے کہہ دوں گی کہ حکمہ سراغ رسانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

• کہہ کر دیکھو پھر دیکھنا تمہارا کیا حشر ہوتا ہے ٹھیک اسی وقت

میں کرنل کی بیوی کو یہ اطلاع دوں گا کہ چائے پانی سکھانے والی عورت یہی ہے !

"وہ کیا بگاڑے گی میرا"
 "بس دیکھ لینا..... جاؤ کدو..... اس سے میری طرف سے پوری اجازت
 ہے!"
 "نیکار بات نہ بڑھاؤ... کبھی تم نہیں ملے جاسکتے۔"
 "ہو سکتا ہے یہ ہو جانے پر سلطان کبھی ہوش میں نہ آسکیں۔" مران نے
 غصہ لہجے میں کہا اور گھر سے جے نکلا چلا گیا۔
 جو لیا بھی اس کے پیچھے تیزی سے قدم اٹھا رہی تھی۔ لیکن مران اس سے
 پہلے ہی اپنی کار تک پہنچ گیا!



سید سلطان کو نہ بچے رات تک ہوش نہیں آیا تھا۔ پھر عمران سول ہسپتال سے چلا آیا۔ ڈاکٹر اس کی ریسے تھی کہ ان کے جسم میں کوئی گہری خواب آور دوا پہنچائی گئی ہے۔ جس کا اثر جلد نائل ہوتا ہوا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن خود ان کے علم میں کوئی ایسی خواب آور دوا نہیں تھی جس کا اثر اتنا دیر پا ثابت ہو سکتا ہو۔

عمران سول ہسپتال سے کرنل ناوہ کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے یقین تھا کہ آج رات اس کے بنگلے میں گھسنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جولیہ اور اس کے ساتھی یقینی طور پر بنگلے کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ اس نے جولیہ پر اپنا یہ خیال ظاہر کر دیا تھا کہ آج رات کرنل ناوہ کے بنگلے پر کاغذات کے خزانوں کی ریڈ بھی کر سکتے ہیں۔

اس نے اپنی ڈسٹریکٹ بنگلے سے کافی دور چھوڑ دی۔ اور خود پیدل چلتا ہوا کرنل کی خواب گاہ کے اس دروازے پر پہنچا جو میدان کی طرف تھا۔

میدان تاریکی اور سناتے میں ڈوبا ہوا تھا۔ عمران خود رو جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ پھر اسے خلیل آیا ممکن ہے اس کا یہ اقدام احمقانہ ہو۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ماتحت آج یہاں موجود نہیں معلوم ہوتے۔ حالانکہ جولیہ کے انداز سے معلوم ہوا تھا کہ وہ اس سلسلے میں احتیاطی تدابیر ضرور اختیار کرے گی۔ عمران جھاڑیوں میں بیٹھا رہا۔

اس کے خیال کے مطابق جو کیا اتنی گدھی نہیں ہو سکتی تھی کہ ایک وقوعے کا امکان ہوتے ہوئے بھی وہ اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتی۔
وقت گزرتا رہا۔ تقریباً دس بجے عمران کو کچھ آڑ میں سنائی دیں اور وہ اندھیرے میں آنکھیں بھاڑنے لگا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اسے نہایت احتیاط سے پیچھے کھسک جانا پڑا۔ کیونکہ چار آدمی سینے کے بل زمین پر بیٹھتے ہوئے جھاڑیوں کے قریب سے گزر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کا رخ جھاڑیوں کی طرف ہو گیا اور وہ اندر گھستے چلے آئے۔ عمران نے سانس روکی اور ایک طرف سمٹتا چلا گیا۔

چاروں جھاڑیوں میں داخل ہو چکے تھے۔ عمران ان کی سرگوشیاں سناتا رہا۔ اس نے تھوڑی ہی دیر میں انھیں پہچان لیا۔ وہ اس کے ماتحت ہی تھے۔
کیپٹن جعفری کیپٹن خاور سارجنٹ ناشاد اور لیفٹیننٹ چوہان !
پھر اس کی ریڈیم وائیل کی گھڑی نے گیارہ بجائے اور وہ آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا جھاڑیوں کے سرے پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ کرنل نادر کی خواہگاہ کے عقی دروازے سے زیادہ دور نہیں تھا۔
اب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا۔ وہ اپنے ماتحتوں سے تقریباً بیس گز کے

فاصلے پر تھا۔

دفعۃً ہنگلے کی کمپاؤنڈ سے شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں۔
عمران چونکا لیکن پھر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔ اس کے ماتحت جھاڑیوں سے نکل کر کمپاؤنڈ کی طرف جا رہے تھے۔ شور بڑھتا ہی رہا۔

لیکن میدان ویران پڑا تھا۔

شاید عمارت کے کسی حصے میں آگ لگ گئی تھی۔ شور و غل سے یہی معلوم ہو رہا تھا

عمران کے ذہن نے فوراً ہی اسے معنی پہنا دیئے اور وہیں بیٹھا رہا۔

دو فٹتا اسے خوابگاہ کے عقبی دروازے کے قریب ایک سایہ نظر آیا۔ پھر وہ متحرک نظر آنے لگا۔ تاروں کی چھاؤں میں وہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ دروازے پر تھوڑی دیر تک جھکا رہا۔ پھر ایسا معلوم ہوا جیسے دیوار اسے نگل گئی ہو۔ غالباً وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو چکا تھا۔ کیا وینڈس سے شور و غل کی آوازیں براہِ چلی آ رہی تھیں۔

عمران تھوڑے توقف کے ساتھ اٹھا اور سینے کے بل رینگتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ وہ مہمت آہستگی سے اٹھا اور دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔

کچھ دیر بعد دروازہ پھر کھلا اور ایک آدمی باہر نکلا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران اس پر سوار تھا۔ اسے سننے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ اس کی گردن پر عمران کی گرفت مضبوط ہوتی گئی اور پھر وہ کسی وزنی پھیلے کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

کچھ دیر بعد عمران کی ٹو سیٹر وائس منزل کی طرف جا رہی تھی۔ اور اس کی اسٹین میں ایک بیہوش آدمی بند تھا۔

اسے ٹو سیٹر تک لے جانے میں عمران کو بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔ اس کے لئے اسے آگ بچھانے والوں کی بھیڑ سے کتر کر نکلتا پڑا تھا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ تدبیر بڑی اچھی تھی۔ عمارت کے اگلے حصے میں ایسی جگہ آگ لگنا کہ جس کا اثر دور تک نہ ہو سکے لوگوں کو الجھا لیا گیا تھا۔ اس طرح اس آدمی کے کام میں خصل پڑنے کے امکانات ختم ہو گئے تھے۔ چرخابگاہ کا عقبی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔

عمران یہ دیکھنے کے لئے نہیں رکا تھا کہ آگ کس حصے میں لگی تھی۔ لیکن اسے یقین تھا کہ اس کے لئے ان لوگوں نے نوکروں کے کوارٹروں ہی کو منتخب کیا ہوگا۔ جو اصل عمارت سے کافی فاصلہ پر تھے۔

کچھ دیر بعد ڈسٹر وائش منزل کی تاریک کپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ سیکرٹ سروس والوں میں اس عمارت کو ایکس ٹو کا ہیڈ کوارٹر سمجھا جاتا تھا.... لیکن ان میں سے کوئی بھی ایکس ٹو کی اجازت حاصل کئے بغیر اس کی کپاؤنڈ میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔

عمران بیہوش آدمی کو کمر پر لادنے ہوئے عمارت میں داخل ہوا۔ اور جب وہ ساؤنڈ پر وف کمرے میں پہنچا تو روشنی میں شکار پر نظر پڑتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

یہ تھریسیا کا آدمی سیرو تھا۔

وہی اندھا جس نے ایک بار اسے بہت زچ کیا تھا۔

عمران نے اسے ایک کرسی میں ڈال دیا۔

اور خود بھی ایک کرسی کے ہتھ پر ٹپک کر چیونگم کا پیکیٹ چھاڑنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز سی مسکراہٹ تھی۔

کچھ دیر بعد سیرو کو ہوش آگیا۔ اور وہ اس طرح کرسی سے اچھلا جیسے کسی نے اس پر حملہ کر دیا ہو۔

لیکن عمران پر نظر پڑتے ہی اس کا منہ کھل گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی مٹین چلتے چلتے رک گئی ہو !

۱۔ اس دلچسپ داستان کے لئے عمران میریز کا ناول "خون کے پیاسے" ملاحظہ فرمائیے۔

”تم... تم...“ عمران ہکا بکا ”تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟“
 سیرو خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ بالکل اسی طرح بوکھلا گیا تھا۔
 ”کنفیوشس نے کہا تھا۔“ عمران اسے آنکھ مار کر مسکرایا اور حضورؐ سے توقف کے
 ساتھ کہا: ”مگر کنفیوشس نے غلط کہا تھا۔۔۔۔۔ اس کے برعکس مدھو بالائے ٹھیک
 کہا ہے کہ کسٹائلٹ صابن کی ٹنگیہ جانے سے فلم اسٹاروں کی رنگت نکھر آتی
 ہے۔“

دفعۃً سیرو نے عمران پر چھلانگ لگائی لیکن نہایت اطمینان سے سامنے
 والی دیوار سے جا ٹکرایا۔

”ارے خدا تمہیں غارت کرے۔۔۔۔۔“ عمران اس کی طرف مڑ کر بولا۔
 ”تمہاری رنگت تو نہ نکھرے گی، خواہ تم سوڈا کا شگ کی پوری باٹھی چڑھا جاؤ۔“
 تقریباً پندرہ منٹ تک یہ اچھل چاری رہی لیکن سیرو عمران کو ہاتھ بھی نہ لگا
 سکا۔ آخر وہ تھک کر رک گیا اور کسی گدھے کی طرح ہانپنے لگا۔
 ”کنفیوشس۔۔۔۔۔“ عمران نے کچھ کہنا چاہا۔

”شٹ آپ۔۔۔۔۔“ سیرو حلق پھاڑ کر دھاڑا۔
 ”آہستہ۔۔۔۔۔ ذرا آہستہ۔“ عمران نے مسمی صورت بنا کر کہا۔۔۔۔۔
 ”میں کمزور دل کا آدمی ہوں۔ میرا ڈاٹ فیل بھی ہو سکتا ہے۔“

”تم کسی... حقیر... کیڑے کی طرح فنا کر دیئے جاؤ گے۔۔۔۔۔“ سیرو
 لپٹتا ہوا بولا۔

”ہیں دوست۔۔۔۔۔ ایسا نہ کرنا۔۔۔۔۔“ عمران گھگھکیا یا ”نویہ کنی حاضر ہے۔۔۔
 مجھے معاف کر دو۔“ عمران نے جیب سے تجوری کی کنجی نکال کر اسے دکھائی۔
 سیرو پھر جھپٹا۔۔۔۔۔ شاید وہ اسی چکر میں تھا کہ عمران اس بار بھی جھپکائی

وہے کو الگ ہٹ جانے کی کوشش کرے گا.... اسی لئے اس نے اپنے ذہن کو کافی چاق و چوبند کر کے حملہ کیا تھا۔
لیکن وہ عمران تھا۔

اس سے سرزد ہونے والا ہر فعل اس کے حریفوں کے لئے عموماً غیر متوقع ہی ثابت ہوا کرتا تھا۔

سبیر و بھی دھوکا کھایا گیا۔

نہ صرف دھوکا بلکہ چوٹ بھی۔

عمران نے اچھل کر دونوں پیرہن کے سینے پر مارے تھے۔

سبیر و کے حلق سے ایک طویل گراہ نکلی اور وہ بڑی میز پر سے چھلٹا ہوا دوسری طرف جاگرا۔ اس بار اس کا پھر تیلایا ہی جواب دے گیا تھا۔ وہ فوراً ہی نہ اٹھ سکا۔

”صاف کرنا پیارے! عمران نے مفہوم لے میں کہا۔“ اس بار بھی نے گدھوں کی سی حرکت کی ہے۔ اپنا دل میری طرف سے صاف کر ڈالو۔ آئندہ ایسا نہ ہو گا۔“

”میں تجھے مار ڈالوں گا۔“ سبیر و دونوں مٹھیاں جھینچ کر چٹخا۔
”کنفیوشس نے کہا تھا۔“

سبیر و نے کنفیوشس کو ایک گندی سی گالی دی اور پھر چٹخا۔ اور عمران نے جھک کر اس کے پیٹ پر ٹکڑا مارا۔ مگر اس بار وہ خود بھی نہ سنبھل سکا اور دونوں نیچے اوپر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران نے گرتے گرتے اپنی کہنیاں اس کے سینے پر ٹکادی تھیں۔ اس لئے اسے سبیر و کی گرفت سے نکل آنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ وہ سبیر و

نے اس کی گندھ اپنے بازوؤں میں جکڑنے کی کوشش کی تھی۔

یہ ٹکڑا آخری ثابت ہوئی اور اس نے سیدو کے کس بل ٹکال دیئے۔

وہ اٹھا لیکن کھڑا نہیں ہوا۔ میز کے پائے سے ٹک کر اس نے آنکھیں بند

کر لی تھیں !

اب بتاؤ پیاسے سیدو کہ ٹکڑا خراجہ کا ڈپٹی میکر ٹڈی کرنل نامہ کہاں ہے؟

عمران نے مسکھار ڈالنے کے سے انداز میں بچھا۔

سیدو نے آنکھیں کھول دیں جو انگاروں کی طرح دھک رہی تھیں۔ وہ اس

وقت کئی زخمی درندے سے مشابہ معلوم ہو رہا تھا۔

”تم“ اسی نے جھڑائی ہوئی آواز میں کہا ”تمہارے فرشتے بھی مجھ سے

نہیں معلوم کر سکتے“

”میرے فرشتے تو اس وقت چنگ پانگ کھیل رہے ہوں گے میں

بھی معلوم کروں گا۔“

”کوشش کرو“ سیدو غرّا یا۔

”کوشش بہت بڑی چیز ہے۔ تم کوشش کے بغیر ہی بتا دو گے۔“ عمران

نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر ٹکڑے سے قہقہے کے ساتھ بولا۔ ”وہاں آگ لگانے والی

اسکیم تو بڑی شاندار تھی۔ مگر تم لٹک ہمیشہ یہ بھول جاتے ہو کہ مقابلہ عمران جیسے

بے وقت سے ہے۔“

”تمہاری موت قریب آگئی ہے۔ افغانی تمہیں بڑی جیرو دی سے“

مار ڈاٹے گا۔“ سیدو نے کہا۔

”تم افغانی سے کم تو نہیں ہو۔“

”میں افغانی کے پیروں کی خاک کے برابر ہی نہیں ہوں۔“

”تب تو مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک کتر آدمی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔“ عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ ”اچھا سیر و اب میں تمہارے لئے ہاتھ کبھی نہ استعمال کروں گا۔ چلو بتاؤ کرنل فادر کہاں ہے۔“

”میں کسی کرنل فادر کو نہیں جانتا۔“

”تب پھر کیا تم مرغیاں چرانے کے لئے اس کے گھر میں گئے تھے۔“

”میں کسی کے گھر میں نہیں گھسنا تھا۔ تم جھوٹے ہو۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ یہ کمرہ تمہاری قبر بنے گا۔“ عمران نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

سیر و اس کی طرف جھپٹا اور دوسرے ہی لمحے میں اسی کے پیٹ پر عمران

کی لات چڑی۔ وہ پیٹ دیاٹے ہوئے دھڑل ہو گیا۔

”میں دھمکہ کر چکا ہوں پیارے سیر و کہ تمہارے لئے ہاتھ نہیں استعمال کروں گا۔“

کتر آدمیوں سے اسی طرح نہپٹا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ اور کمرے سے نکل آیا۔ خود کا دروازہ بند ہو کر مقفل ہو گیا۔

اب وہ ایک ایسے کمرے میں آیا۔ جہاں ایک بڑی میز پر تین فن رکھے ہوئے

تھے۔ اس سٹے ایک پر جولیا نافٹر ہائٹس کے نمبر ڈائیل کئے۔

”یہی سر۔۔۔۔۔“ دوسری طرف سے جولیا کی کپکپاتی ہوئی س آواز آئی۔

”میرے حارے ماتحت گدے ہیں۔“

”زبردست غلطی ہوئی جناب!“

”گھر ہوئی کیوں۔۔۔ کیا ان کی مدد کے بغیر آگ نہ بجھتی؟“

”میں نہیں کہہ سکتی کہ ان سے یہ حماقت کیسے سرزد ہوئی۔ میں تو آپ کے احکامات

کے انتظار میں گھر پر ہی دم گئی تھی۔“

"خیر.... دانش منزل کے ساؤنڈ پروڈکٹس میں القائے کا نائب سیکرٹری
بند ہے.... اس سے معلوم کرو کہ کرنل ناڈر کمال ہیں؟"
"سیکریٹری! جولیانے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں!.... اور دوسرا کام.... تمہیں عمران سے اسٹیٹ بینک کے سیکرٹری
کی کچنی حاصل کرنا ہے۔"

"دوسرا کام بہت مشکل ہے جناب!"
"کیوں؟"

"ہم بس ایک اسی سے نہیں نیٹ سکتے!"
"تم سب لالائی ہو.... اچھا خیر میں ہی دیکھوں گا۔"
"مگر سیکریٹری!.... آپ کو کہاں ملا؟"

"کرنل کی خواہش کے مطابق.... اگر میں سب کچھ تم لوگوں پر چھوڑ دوں تو نہ میری
چیف آفیسری قائم رہ سکتی ہے اور نہ تم لوگوں کی ملازمتیں...." عمران نے
کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا!



سیر دے اپنے گرد کھڑے ہوئے نقاب پوشوں کو غور و نظر سے دیکھا لیکن
چپ چاپ بیٹھا رہا۔

”سیدھے کھڑے ہو جاؤ! ایک نے اس سے کہا۔

لیکن سیر دے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ نتیجے کے طور پر اسے ایک مغز ہلا دینے
والا نظیر برداشت کرنا پڑا۔۔۔۔۔ لفظ برداشت ”مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ نظیر
کھاتے ہی سیر و کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح سمجھ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ
اسی وقت موت یا زندگی کا فیصلہ کر دے گا۔

ایکس ٹوکے چاروں ماتحت شاید اس خیال میں تھے کہ وہ اسے ایک عارضی زدہ
چوہے سے بھی کمتر پائیں گے لہذا اس کا یہ حملہ ان کے لئے غیر متوقع بھی تھا جتنی دیر
میں وہ سنبھلتے سیر و دروازہ تک پہنچ چکا تھا۔

پھر اس نے ان چاروں پر ایک گری گھینج ماری۔۔۔۔۔ شاید وہ پہلے ہی عمر ان کو
دروازہ کھولتے ہوئے دیکھ چکا تھا اس لئے اس خود کار دروازے کو کھولنے میں اسے
کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

دوسرے ہی لمحہ میں وہ باہر تھا۔ چاروں اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ
کیا و نڈ میں پہنچ گیا۔۔۔۔۔ اور اب اسے پالینا یقیناً مشکل تھا کیونکہ کیا و نڈ کافی
کشاہتھی اور اس میں جگہ جگہ مختلف قسم کی گھنی بیلین اور جھاڑیاں تھیں اور پھر اندھیرا
تو تھا ہی۔۔۔۔۔ ایکس ٹوکے ماتحتوں کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی۔۔۔۔۔ وہ اندھیرے

میں ادھر ادھر سہراتے رہے۔ لیکن ان میں سے کسی کو بھی اتنی عقل نہیں آئی کہ بھانگ پر پہنچ جاتا.... کیا ٹونڈ کی دیواریں کافی اونچی تھیں.... لہذا انہیں سوچنا چاہئے تھا کہ مزاد کے لئے وہ بھانگ ہی کو ترجیح دے گا۔

تقریباً اُدھے گھنٹے تک سہرانے کے باوجود بھی وہ اسے نہ پاسکے۔
 ”اب کیا ہوگا جعفری صاحب! سار جنت ناشاد نے ہانپتے ہوئے کہا۔
 ”ہوگا کیا.... سب تمہاری ہی بدولت ہوا.... تم نے اسے تھپڑ کیوں مارا تھا۔“

”اے سبحان اللہ تو کیا میں اسے سجدہ کرتا۔“ ناشاد بگڑ گیا۔

”در اصل میں مغالطہ ہوا تھا۔“ لیفٹیننٹ چوہان نے کہا

”پھر اب کیا کیا جائے؟ کیپٹن خاور نے کہا

”کھا جائے گا وہ.... زندہ نہیں چھوڑے گا۔“ جعفری بولا۔

”کوئی بہانہ سوچو۔“ ناشاد پڑ بٹایا۔

”بہانہ؟ خاور نے غصیلی آواز میں کہا: بہانہ سوچ کر کیا کرو گے....

تمہیں نے کام بگاڑا ہے۔“

”خدا کی پناہ! تم لوگ تو ہتھ دھو کر بھیجے پڑ گئے۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے۔

مارے بغیر وہ کیسے بتا دیتا۔ ویسے اگر اسے مٹھائیاں پیش کرنے کا ارادہ تھا تو

مجھے پہلے ہی بتا دیا ہوتا۔“

”اور دوسری غلطی سب سے ہوئی ہے۔“ لیفٹیننٹ چوہان بولا ہم میں

سے کسی نہ کسی کو بھانگ پر ضرور رہنا چاہئے تھا۔“

”وہ صوب کچھ ہوا.... مگر اب کیا ہوگا....“ کیپٹن جعفری بڑ بٹایا۔

”سنو یا دو!“ سار جنت ناشاد نے ہانک لگائی۔ اب دوسری باتیں ہو

سکتی ہیں یا تو ہم اس ملازمت سے سبکدوش کر دیے جائیں گے یا نہ کہے جائیں گے
لہذا میرا مشورہ ہے کہ اس وقت کسی اچھے سے ہار میں بیٹھ کر غم غلط کیا جائے....
... کیا سمجھے؟

• تم ضرور غم غلط کرو... "خاور نے غصیل آواز میں کہا "ہمارا بیڑا تو
غرق کر ہی چکے۔"

• پھر تم سب بڑے ڈرپوک ہو۔ "ناشا نے برا سامنہ بنایا "میں تو چلا...
تم لوگ یہیں کھڑے رات بھر جھک مارتے رہنا... ٹاٹا... "ناشا نے کہا
اور لمبے لمبے دگ بھرتا ہوا کپاؤں سے نکل گیا۔



عمران نے جب یہ سنا تو سر پیٹ لیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ان چابو کی
 بوٹیاں اڑا دے۔ ابھی ابھی اسے جو لیا ناقصرواٹر نے فن پر اس واقعہ کی اطلاع
 دی تھی۔ اور ریسور عمران کے ہاتھ ہی میں تھا۔

"تم خود وہاں کیوں نہیں موجود تھیں" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "اور
 پھر جب یہ چاروں گدھے کچھ ہی دیر پہلے ایک بڑی حماقت کر چکے تھے تم نے
 انہیں بھیجا ہی کیوں؟ سیر و معمولی آدمیوں میں سے نہیں ہے وہ
 کوئی گھنیا ختم کا چور یا اچکا نہیں ہے۔ کہ تشدد کے ذریعہ اس سے کچھ معلوم
 کیا جاسکے۔ اچھا اب تم جہنم میں جاؤ اکیس ٹو تنہا یہ کام
 انجام دے گا۔"

"آپ سنیے تو سہی !"

"شٹ اپ" عمران غصا ایا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ چھرا دھیرے میں تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ سیرو کے ذریعہ نہ صرف
 کرنل ناو کا سراغ مل سکے گا بلکہ اسی طرح حقیر سیلا ورافا لسنے تک بھی اس کی
 رسائی ممکن تھی مگر اب وہ اپنے ماتحتوں کے ناکارہ پن پر دانت پیس
 رہا تھا۔

"سزا۔" وہ بڑبڑایا "انہیں اس کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔"

اس نے فن پر سادہ جٹ ناشاد کے نمبر ڈائل کئے۔

”ینگ... ینگ...“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کاؤن بولتا پڑا ہے
.... سالہ....“

”اوہ.... تو تم نے پی رکھی ہے....“ عمران و انت پیس کر بولا۔

”ہاں.... ہاں.... پی رکھی ہے.... پھر سلام تم کون ہے۔“

”ایکس ٹی....“

”ہوئیں گا سالہ.... ہمارے ٹھینگے سے.... مغز مت کھاؤ۔“

”اچھا.... اچھا....“ عمران سر ہلا کر بولا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب اس نے خاود کے نمبر ڈائل کیے۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ شاید وہ

گھر پر نہیں تھا۔

جعفری اور چوہان بھی نہیں ملے۔

آخر عمران خود ہی اس ہم پر روانہ ہو گیا۔

اسے کم از کم ناشاد کو تو سزا دینی ہی تھی۔



پھر وہ تقریباً چار بجے گھر واپس آیا۔ اس نے ناشاد کے ساتھ جو کچھ بھی بتاؤ
 کیا تھا اس پر مطمئن تھا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھر کپڑے اتارنے کا ارادہ
 کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔
 ”اب کون مرا“۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے فون اٹھایا۔

”ہیلو“
 ”کون... عمران!“ دوسری طرف سے کوئی عورت بول رہی تھی لیکن عمران
 کو اندازہ نہیں پہچان سکا۔

”ہاں... عمران... آپ کون ہیں...“

”ٹیٹھری بی!“

”ٹامپ... ہالو... یس... ہاؤ ڈو ی ڈو“

”اوئے... ڈاڈلنگ... تم نے سینئر کو کچھ اٹھا؟“

”اگر وہ مجھروں کی نسل سے ہے تو یقیناً پکڑا گیا ہوگا... کیونکہ میں فو بیج
 سے غلط کی پیکاری لے بیٹھا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آگم مجھیرہ ہوئی تو عشاق می
 گہری غیب سو سکتے ہیں۔“

”اتھقوز کے چچا تم بہت جلد غرق ہونے والے ہو۔“

”جستجوئوں کو قاعدہ پتہ چکا... کیونکہ کروڑوں کا بینک بیلنس چھوڑنے

کا ارادہ ہے۔“

”آج کل تم سے جو سی نام کی ایک لڑکی مل رہی ہے اس سے ہوشیار رہو!“

"کرتل ناد کہاں ہے ڈاؤنگ ؟" کران نے بڑے پیادے پوچھا۔

"یہ نہیں بتا سکتی۔ کیونکہ وہ پارٹی کے مفاد کا معاملہ ہے۔"

"تو پھر مجھ پر اتنا کرم کیوں ہے ؟"

"تمہاری موت سے پارٹی کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ اس لئے میں اسے منقول سمجھتی ہوں۔"

"ہائیں ! تم مجھے منقول سمجھتی ہو ؟"

"نہیں نہیں، تمہاری موت کو... لیکن اگر تم اس پر تو قریب سے نظر کر لیں گے۔"

"ہرگز نہیں سوئیٹی تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ میں تو تم پر جانی بچتا ہوں۔ مگر بچتا..."

"نہیں لا حول... چھڑکنا... میں تم پر جانی چھڑکتا ہوں... کرتل ناد کہاں ہے ؟"

"تم سنا کر ہو کران... تمہاری کسی بات پر اعتنا و نہیں کیا جا سکتا... تم اپنا مقصد

حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہو... تم میں... جہا لیا قی جس

بالکل نہیں ہے۔"

"میں بذات خود جہا لیا قی ہوں... کیونکہ میرے والد کا نام جہاں احمد جہا لیا تھا۔"

"بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا کہ سوڈی سے ہوشیار رہنا... " آخری سیما کی آواز

میں بیزاری تھی۔

ادھر پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔



ساحلِ جنتِ ناشاد اتنی زیادہ پی گیا تھا کہ اس کے حواسِ جواب دے گئے تھے...
 اکیس ٹوکروں پر اوٹ پٹا لگ سنانے کے بعد وہ اور زیادہ مسرور نظر آنے لگا تھا...
 پھر اس نے تھوڑی اور چڑھائی۔ کچھ دیر حلق چھاڑ چھاڑ کر اپنی کوئی غزل ریکتا رہا۔
 پھر سو گیا...

پتہ نہیں کہ کب تک شراب اس کے ذہن پر حاوی رہی۔ لیکن جب آنکھ کھلی تو اس
 نے اپنے نیچے کھڑکھڑاہٹ کی آوازی سنیں۔ پھر اس نے پیہر پھیلائے چاہے۔
 لیکن ممکن نہ ہوا... ہاتھ پھیلائے چاہے لیکن یہ بھی ناشاد ثابت ہوا۔ اسے ایسے
 محسوس ہونے لگا جیسے وہ کسی چھوٹے سے صندوق میں بند ہو۔ لیکن اس نے کنگھیوں
 سے اوپر دیکھا۔ سر پر تاروں جھرا آسمان تھا۔ وہ کنگھیوں ہی سے دیکھ سکتا تھا کیونکہ
 وہ بائیں کمرے پر پڑا ہوا تھا... اور سیدھا ہونا محال... جنبت ہی نہیں کر
 سکتا تھا۔ پھر بھی خود کو متحرک محسوس کر رہا تھا۔ کیونکہ بغیر ڈھکن کا وہ چھوٹا سا
 صندوق دوڑ رہا تھا۔

دفعتاً ساحلِ جنتِ ناشاد کے حلق سے بے اختیار نہ انداز میں جھینجھین نکلتے لگیں۔ اور
 متحرک صندوق دک گیا۔ لیکن ناشاد پر ارجحیت رہا۔

یہاں تک کسی نے صندوق میں تھوکر مار کر کہا "کا ہے چلات ہے رے...
 بھٹک رہا ہے دیوہیں... (کیوں چیخ رہا ہے گردن دبا دھکا)۔"
 "شٹ اپ یو ڈرنے سوائیں! ناشاد ہاڑا ابے تو ہے کون؟"
 "انگڑی ہو گئی نا چلی سرور... چپے پڑے رہیو! (چپکے پڑے رہنا۔

انگریزی فنگریزی نہیں چلے گی) اور صندوق پھر حرکت میں آگیا۔
 ناشاد سوچنے لگا کہ یہ کیا مصیبت آئی ہے۔۔۔۔۔ وہ بھی کوشش کرنے لگا۔
 کہ کسی طرح اٹھ کر بیٹھ جائے۔ لیکن پھر اسے مایوسی ہوئی۔ وہ کچھ اس طرح
 اس میں پھنسا ہوا تھا کہ نہ تو بلی سکتا تھا اور نہ چلنے کی کوشش ہی کر سکتا تھا۔۔۔
 صندوق دوڑ رہا تھا اور ناشاد کا ذہن ہوا میں اڑ رہا تھا۔ نشے سے پہلے کے
 واقعات بہت تیزی سے اسے یاد آ رہے تھے۔ پہلی شکست۔۔۔۔۔ دوسری
 شکست۔۔۔۔۔ اور پھر شراب نوشی۔۔۔۔۔ اس نے جھڑی وغیرہ کے سامنے
 اکیس ٹوکڑیاں بھلا کہا تھا۔ اور پھر دفعتاً ذہن کے دھند لکھوں سے کچھ سوئی سوئی سی
 یادداشت ابھری۔۔۔۔۔ اکیس ٹوکڑیوں بھی تو آیا تھا شاید۔۔۔۔۔ لیکن اس نے
 نشے کی ترنگ میں اس کی توہی کرنے کی کوشش کی تھی۔ ناشاد کانپ گیا۔ اور
 ایک بار پھر اسے محسوس ہونے لگا جیسے اس پر غشی طاری ہو رہی ہو !
 دفعتاً قریب ہی کوئی چہنچہ لگا۔ اٹھ کے نام پر بابا۔۔۔ اندھے گونگے
 بہرے لاچار کے لئے۔۔۔۔۔

صندوق رک گیا تھا۔ ناشاد نے محسوس کیا کہ اجالا پھیل گیا ہے۔ پرندوں
 کی نیند اسی آوازیں اس کے کانوں سے ٹکراتی رہیں۔
 ”بابا۔۔۔ نور کے ترنگے۔۔۔ اٹھ کے نام پر۔۔۔ جگ جگ جیو۔۔۔۔۔
 بچے آباد رہیں۔۔۔ اندھے گونگے بہرے لاچار کے لئے۔“

”اومیان۔۔۔ فقیر۔۔۔“ ناشاد نے مانک لگائی۔ ذرا مجھے نکالنا تو۔۔۔
 انعام دے گا۔۔۔ منہ مانگا۔۔۔۔۔“ اسے اپنی آواز سے اجنبیت محسوس
 ہو رہی تھی۔ اس میں بہت زیادہ گھبراہٹ تھی۔ غالباً یہ بے تحاشہ چنے کا اثر تھا۔
 ”ابے حرام کے چنے آج کیا ہو گیا ہے مجھے؟ کسی نے صندوق میں شکر

مادر کہا "جوتے کھلائے گا؟"

"ٹٹ آپ کیو یا سٹوڈ... سن آت ہے بچ... نا شاو دانت پس
کہہ فرایا۔ مجھے اس صندوق سے نکال ورنہ بلاتا ہوں پولیس کو۔
وختا اس نے محسوس کیا کہ کوئی اس پر جھکا ہوا ہے۔ اور پھر اس نے کسی کو کہتے سنا
"اے تو کون ہے؟... میرا بابا کہاں ہے؟"

"جنم میں... اور تجھے بھی جنم میں پہنچا دوں گا۔ ورنہ نکال تجھے۔" نا شاو نے کہا۔
اور چند لمحوں کے بعد اس نے لکھی سی کھڑکھڑاہٹ سنی اور اس کے پیر نور خود پھیلتے چلے گئے
شاید اس طرف کا تختہ نیچے گرا دیا گیا تھا۔ نا شاو نیچے کھسکا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس
کے سامنے ایک شکستہ حال نوجوان فقیر کھڑا تھا۔ اور عرونا شاو بھی کوئی جگہ ملگاہی معلوم
ہو رہا تھا۔ اس کے جسم پر ایک ایسا کوٹ تھا جس کے پیچھے چھوٹی رستہ تھے اور نیکر
کی ساخت بھی یہی کہتی تھی کہ وہ بھی پتلون پہن رہا ہوگی۔

"تو کون ہے... رستہ؟" نوجوان فقیر نے اسے نیچے سے اوپر تک گھورتے
ہوئے پوچھا۔

"تو کون ہے؟" نا شاو نے اسے دکھایا۔

"جگنو کا بیٹا ہادی... تو نے میرے بابا کا کیا بنایا... اس کے کپڑے
تو نے کیوں پہنے ہیں؟"

"یو انفرنی بیسٹ" نا شاو دانت پس کر رہ گیا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ
اسے غصہ نہیں آیا تھا۔ اس کا ذہن تو اس فکر میں الجھا ہوا تھا کہ اگر کسی غنا سامنے
اس حال میں دیکھ لیا تو کیا کہے گا۔

"بول کہاں ہے میرا بابا؟" فقیر اس پر جھپٹ پڑا۔ نا شاو شاید اس کے لئے
تیار نہیں تھا۔ اس کے لئے سنبھلا دینا ہوا ہو گیا۔ پھر بھی اس نے حق الامکان بچنے

کی کوشش کی اور اس کے گھٹنے زمین سے جا لگے۔ غصہ اس پر چھا گیا تھا۔ ناشاد اسٹے کے لئے دوڑ کر سنے لگا۔ لیکن فقیر خاما ملاقت، عزت داشتہ ہوا۔ ابھی طرح اعلان جیل گیا۔ سڑک پر آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ کچھ لوگ بیچ بچاؤ کرانے کے لئے دوڑ پشے لیکر اتنی ہی دیر میں ناشاد کا چہرہ بالکل بدلتا تھا۔ فقیر کے بلوٹے ہوئے ہاتھوں نے غاصہ نقش و نگار بنائے تھے۔ چاہے اسی دوران میں ناشاد کی نظر بائیں جانب والی ایک عمارت کی طرف اٹھ گئی اور وہ ستائیس میں آگیا۔ پھر اسے اس کا بھی پتہ نہیں رہ گیا کہ وہ پیٹ رہا ہے۔ یہی ایک بار اس نے چھلانگ لگائی اور محلے سے باہر تھا۔ پھر وہ اپنی پوری قوت سے ایک سمت دوڑنے لگا۔

اسے بھی طرح نہیں یاد کہ وہ کیسے اپنے گھر تک پہنچا۔
 نہ اسے گھورتی ہوئی آنکھوں کا پتہ تھا۔

اور نہ پڑوسیوں کے استقباب زدہ چہروں کا !
 البتہ ایک آواز اس کے کانوں میں برابر گونجتی رہی تھی۔

”میرا بابا میرا بابا“

اور دروازہ بند کر لینے کے بعد بھی اسے یہ آواز سنائی دیتی رہی۔

فقیر جو اس کے پیچھے دوڑتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا دروازہ پیٹ پیٹ کر
 چیخ رہا تھا۔

”صاحب ! آپ کے گھر میں چور گھسا ہے ڈاکو گھسا ہے ثانی
 گھسا ہے“

لیکن ناشاد اب اس حال میں دوبارہ دروازہ نہیں کھولنا چاہتا تھا۔
 وہ سیدھا اپنی خوابگاہ میں چلا گیا تاکہ جلد سے جلد کم از کم سلیپنگ ہوٹ ہی ...
 ڈال لے۔

لیکن اسے دروازے ہی پر ٹشک جانا پڑا۔
 کیونکہ ایک منہلا کچھلا بوڑھا اس کا سیلینگ سوٹ پہنے ہوئے مسری
 پر خراٹے رہا تھا۔

ناشاد آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور پھر ایک تختہ اس پر ٹوٹ پڑا۔
 "ارے باپ رے..." بوڑھا رو دینے والی آواز میں چیخا۔
 "کون ہے بے تو..." ناشاد اس کے بال کپڑے کو بھنجوڑتا ہوا بولا۔
 "ارے سرکار... مار ڈالا... بال چھوڑیئے... اچھا ہوا آپ واپس
 آگئے... ڈر کے مارے میرا دم نکلا جا رہا تھا... مگر عیند بڑی اچھی آئی..."
 جگ جگ جیو مالک.... اب مجھے جانے دو۔
 ناشاد کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

بوڑھا اس کے ہاتھ ہٹا کر مسری سے اتر آیا۔
 "اب انعام دلوائیے نا صاحب!" بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔
 اور ناشاد نے محسوس کیا کہ وہ اندھا ہے.... بوڑھا کہہ رہا تھا۔
 "اپنے کپڑے لیجئے!.... اور میرے کپڑے لائیئے.... بھلا ان لیشی
 کپڑوں میں مجھے کون بھیک دے گا۔"

سارا معاملہ ناشاد کی سمجھ میں آ گیا۔ یہ لازمی طور پر ایکس ٹو ہی کا کارنامہ تھا۔
 یقیناً اسے اس کی طرف سے سزا ملی تھی ایک بار پہلے بھی ایسا ہو چکا تھا۔
 تھوڑی سی سیڑھی بعد ناشاد نے اسے نصیحت کر دیا۔ اس سے دس روپے
 کے انعام کا وعدہ کیا گیا تھا لہذا ناشاد کو چپ چاپ نکال کر دینے پڑے۔
 اندھا باہر کھڑے ہوئے تو جوان فقیر کو ڈانٹتا پھسکارتا ہوا وہاں سے
 لے گیا۔

ناشاد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے اس کے پاس ایک
سنسنی خیز اطلاع تھی۔ ایسی کہ اس سے اکیس ٹوکے ماتحتوں کی غلطیوں کا ازالہ
بھی ہو سکتا تھا۔

پہلے تو وہ دل ہی دل میں اکیس ٹوکے گالیاں دیتا رہا پھر سوچنے لگا، کہ
اگر وہ ملازمت سے مستحق بھی ہو جائے تو ضروری نہیں کہ اکیس ٹوکے اس کی
طرف سے آنکھیں بند کر لے وہ تو ہر جگہ اور ہر حال میں اسے سزا دے
سکتا تھا پھر حال وہ جبراً قراً اٹھا اور فون پر اکیس ٹوکے فبرڈ اپیل
کرنے لگا۔

”ہیلو!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ناشاد اسپیکنگ سر!“ ناشاد گھگھکیا یا

”آؤ فرمائیے ناشاد صاحب! کیسے مزاج ہیں؟“

”میں کان پکڑ کر اور ناگ رگڑ کر معافی چاہتا ہوں جناب!“

”پھر اس طرح چوبو گے!“

”نہیں جناب کبھی نہیں! میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں مگر میں نے
کچھ کام بھی کیا ہے۔“

”اچھا!“

”جی ہاں! میں نے سیرد کو پیراماؤنٹ بلڈنگ میں دیکھا ہے۔ وہ اسی

کڑکی میں تھا جہاں ”المقرے اینڈ کو“ کا بورڈ لگا ہوا ہے!“

”اگر یہ اطلاع غلط ثابت ہوئی تو!“

”میں نے اسے وہیں دیکھا تھا جناب!“

”ابھی بات ہے اور کچھ؟“

”ایک گزارش بھی ہے“
”کوہ!“

”اس واقعہ کی اطلاع میرے ساتھیوں کو نہ ہونے پائی۔“
”نہ ہوگی!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور منقطع کر دیا گیا۔
ناشاد ریسپور رکھ کر اس طرح لاپٹ رہا تھا۔ جیسے کسی پہاڑی پر چڑھتے
چڑھتے دم لینے کے لئے رکھا ہو!



عمران نے معلوم کر لیا کہ انھوں نے ایڈ کو فارورڈ ٹنگ ایڈ ملٹرنگ ایڈجسٹس ہیں۔ لیکن
 نہ تو انھوں نے کیٹل ویکس کا اور نہ وہاں سیرسوی کا سران مل سکا۔ ایکس کہ کہ اوہ چھپا ہی
 وہاں موجود تھے۔ پھر بھی اس نے کیمینٹس پر لکھ کر اس فیسٹ کی نگرانی پر ناموز کو دیا۔
 تعجب پیش کرنے پر انھوں نے کالج حلیہ معلوم ہوا تھا۔ یقیناً مشتبہ تھا۔ اوہ سے
 فرصت حاصل کر کے وہ سرسلطان کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اب ہوش میں آگئے تھے۔
 انہوں نے بتایا کہ اس دن ان کے ڈرائیور کا بھتیجہ انہیں آفس پہنچانے کے
 لئے آیا تھا لیکن انہوں نے اسے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوا
 تھا کہ ڈرائیور اچانک بیمار ہو گیا ہے۔ حالانکہ انہیں کرنل نادر کی گمشدگی
 کی اطلاع پہلے ہی ملی چکی تھی۔ لیکن انہوں نے اس کے امکانات پر غور نہیں
 کیا تھا۔ آفس جانے سے کچھ دیر پہلے انہیں کرنل نادر کی بیوی کا فون موصول
 ہوا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ کرنل نادر کسی غیر ملکی لڑکی کو لے کر کہیں وقت گزارنے
 گیا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ کرنل نادر اپنی خراب نگاہ میں اس سے جا پانی
 سیکھا کرتا تھا۔

عمران نے اسٹیٹ بینک کی سیف کی کئی سرسلطان کے سپرد کرنی چاہی۔
 لیکن انہوں نے قانون پر ہاتھ رکھ لئے۔ ویسے انہوں نے حکم سر اعمرسانی کو
 ضرور ہدایت کر دی کہ اسٹیٹ بینک کے اعمرسنگ روم کی گہری نگرانی
 کی جائے۔

اب اسے سوزی کی ہر ٹکڑ بھگتی تھی۔ چونکہ اس کے سلسلے میں تقریباً پانچ سال
خبردار کیا تھا لہذا وہ اسے چیک کرتا چاہتا تھا۔ اس دوران میں تقریباً شام
وہ اس سے ملتی رہی تھی۔ لیکن عمران نے اسے اپنی قیام گاہ کا پتہ نہیں بتایا تھا
آج عمران کا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اگر سوزی کی حقیقت معلوم کرنے
کا خیال نہ ہوتا تو شاید آج وہ ناٹ کلب کا رخ ہی نہ کرتا۔ سوزی حسب معمول
دلوں موجود تھی۔ لیکن عمران نے محسوس کیا کہ وہ آج کچھ نڈھال سی ہے۔ اس
کی آنکھوں میں شوخیوں کی بے چین لہریں نہیں تھیں اور وہ اپنی عمر سے دس سال
زیادہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے ایک مشغول سی مسکراہٹ کے ساتھ عمران کا
خیر مقدم کیا۔

کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر یک بیک سوزی کچھ نروس
سی نظر آنے لگی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی خاص بات کہنے کے لئے
مضطرب ہو۔ لیکن بہت سا تھکاؤ دسے رہی ہو۔ آخر اس کے ہونٹ ہلے۔
”کیا تمہیں علم ہے کہ جو لیا نائٹ ڈانسر ایک شادی شدہ عورت ہے؟“
”ہائیں! عمران آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ کیا مطلب؟“
”تو تم اسے ایک شادی شدہ عورت کی حیثیت سے نہیں جانتے؟“
”ہرگز نہیں! وہ کنواری ہے... تم مذاق کر رہی ہو۔“

”وہ شادی شدہ ہے۔“ سوزی نے سنجیدگی سے کہا اور اپنے ہونٹ
بھینچ لئے۔ پھر اُسے بولی۔ ”وہ تمہیں اب تک دھوکا دیتی رہی ہے...“
وہ کنواری نہیں ہے.... اسے خود کو جو لیا نائٹ ڈانسر لکھنا اور کہنا چاہئے۔
لیکن وہ تمہیں دھوکہ دینے کے لئے اپنے نام کے ساتھ باپ کا نام استعمال
کر رہی ہے!

”ارے باپ ارے...“ عمران اپنے سینے پر ہاتھ پھیرتا ہوا مفضلہ شاہواز میں بڑبڑایا ”جولیا نا اللہ کے خدا اسے غارت کرے... وہ اب تک مجھے دھوکہ دیتی رہی۔“

”کیا تم اس سے محبت کرتے تھے ہو؟“

ہرگز نہیں! کبھی نہیں! وہ مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی۔“

سوزی کے چہرے پر اطمینان کی لہریں نظر آنے لگیں اور اس نے مسکرا کر

کہا ”تم اس سے کہہ دو کہ تم سے نہ ملا کرے۔“

”مگر میں یہ کیوں کہہ دوں۔ اگر وہ شادی شدہ ہے تو میرا اس سے کیا نقصا ہے... اگر نہیں ہے تو فائدہ کیا ہو سکتا ہے؟“

”ایک شریف آدمی کی زندگی تلخ ہو سکتی ہے۔“ سوزی نے کہا ”میرا اللہ تو اسے نہیں کھونا چاہتے... اگر تم اسے دھتکار دو تو اللہ کے کی زندگی برباد ہونے سے بچ جائے گی... وہ نہ ایک شریف آدمی کا خون تنہا ری گون پر ہوگا۔“

عمران بڑبڑاتا کہ اپنی گردن ٹوٹنے لگا۔ ساتھ ہی اس کے چہرے پر اس قسم کے اٹا نظر آئے جیسے وہ خون کی چھپچھاپٹ محسوس کر رہا ہو۔

”نہیں! وہ خوفزدہ آواز میں بولا ”ہرگز نہیں... اگر وہ مجھ سے ملنا

چاہے گی تو نہیں ملوں گا... نہ مانے گی... تو اس پر شہد کی مکھیاں

چھوڑ دوں گا... میرے پاس تقریباً پانچ مزار شہد کی مکھیاں

ہیں...“ سوزی اس خیال پر بے ساختہ ہنس پڑی۔ کچھ دیر خاموش

رہی پھر بولی۔

”ہم دونوں بہت اچھے دوست بن سکتے ہیں۔“

”کیا اب بڑے ہیں؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں... یہ میں نے یہی کہہا ہے... یہ پیکر عمرانی... دوست...
 میں ابھی تک تمہیں دھوکا دیتی نہیں ہوں...
 ”بائیں...“ عمران انگلیں پھاڑ کر چہرہ پٹا... ”تم بھی دھوکا دے
 رہی ہو...“

”مظہر... ڈپر اتنی جلدی کچھن کی کوشش نہ کرو... پوری
 بات سن لو... میں نے یہ دھوکا ایک ٹیکہ مقصد کے حصول کے لئے دیا تھا
 ... میں صرف یہ چاہتی تھی... کہ مسٹر القزے کی زندگی برباد نہ ہو...
 ... میں نے آج تک ملازم کی شکل بھی نہیں دیکھی... ہمیشہ اسی شہر
 میں رہی ہوں... مسٹر القزے... میرے پاس ہیں...
 ”اوہ... ہو...“ عمران نے اگودوں کی طرح دیرے گھمائے۔
 ”ہاں... انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ کسی طرح عمران کو
 مسٹر القزے سے جدا کر دو... پھر انہوں نے کہا... اس کی صرف
 ایک ہی صورت ہے... کہ اس سے دوستی کر دو... پھر اسے
 اپنے ساتھ لاؤ۔“

”کہاں لاؤ؟“

”یہ بھی مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے... انہوں نے آج صبح مجھے
 وہ کچہ بتائی ہے... ان کا خیال ہے... کہ وہ تم سے کوئی ایسی خبر یہ
 لپیٹے گئے... جس کی وجہ سے... تم پھر بھی... جو لیانا کی طرف رخ
 نہ کر سکو۔“

”ترجیح علیہ... میں چلی رہا ہوں...“ عمران نے بڑے بھروسے
 سے کہا۔

”تم کیا سچ چہ آؤ ہو....؟ سوزی نے حیرت سے کہا۔
 ”نہیں..... میں ایک شریفانہ آدمی ہوں..... تمہارے ساتھ چلے گا۔
 مسٹر الحقے کی غلط فہمی دفع کر دوں گا۔“
 ”تم پاگل ہوئے ہو.... کیا اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ اگر تمہیں دیکھ
 کر مسٹر الحقے کو غصہ آگیا تو کیا ہوگا۔“
 ”میں ان سے صاف کہہ دوں گا کہ مجھے مسٹر الحقے سے کوئی دلچسپی نہیں
 ہے.... میں تو روڈ انسپکٹر ہوں۔“

”تم واقعی اجنبی ہو۔“
 ”لیکن اگر تم مجھے دلوں نہ دے گئیں.... تو مسٹر الحقے کیا سوچیں گے؟“
 ”کچھ بھی نہیں.... جب مقصد ہی حاصل ہو گیا ہے.... تو اس
 کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی.... میں انہیں اطمینان دلا دوں گی....“
 ”.... کہ اب تم مسٹر الحقے سے نہیں ملو گے.... وہ تو میں اسی من
 سمجھ گئی تھی کہ تمہیں اس کی ذرہ برابر بھی پروا نہ رہی ہے.... وہ خود ہی
 تمہاری طرف دوڑی ہوگی.... مگر اب میں سوچتی ہوں کہ وہ حق بجانب
 ہے.... تم انتہائی دلچسپ آدمی ہو!.... اور مجھے تو ایسا
 محسوس ہوتا ہے.... کہ تم وہ سرگز نہیں ہو.... جو نظر آتے ہو۔“
 ”ہائیں.... کیا بات ہوئی.... یعنی کہ.... میں عمران ہوں۔“

.... علی عمران.... ایم ایس سی.... پی ایچ ڈی....
 ”تم جو کچھ بھی ہو.... لیکن میرے لئے بہت پراسرار ہو۔“
 ”خدا کی پناہ.... بچپن میں میری ممی بھی یہی کہا کرتی تھیں....
 اسے ذاق سمجھتا تھا.... آج تم بھی.... کمال ہے.... مگر کم سب۔“

وہاں لے چلو.... میں مٹر المٹرے کو مطمئن کر دوں گا۔

”نہیں.... خدمت کرو.... ایسا کبھی نہیں ہو گا۔“

”سو کر رہے گا.... ہمتیں چلانا پڑے گا.... درندہ میں یہیں سب کے سامنے خودکشی کروں گا۔“

”خودکشی.... اچھا کر لو....“ سوزی ہنسنے لگی۔

”میں سچ کر لوں گا.... تم یہ نہ سمجھنا کہ یہاں خودکشی کے لئے مجھے میسر مل

نہ لے گا.... دو چھریاں.... تین چھچھ.... اور ایک آدھ کانٹا نکل جاؤں

گا.... خودکشی ہو جائے گی....“

”نکل جاؤ.... میں تمہاری مدد کروں گی۔“

”اچھا یہ بتاؤ.... کہ تم نے اپنا ارادہ ملتوی کیوں کر دیا.... ظاہر

ہے کہ تم اب مجھ سے اسی لئے ملتی رہی ہو.... کہ مجھے المٹرے کے

بتائے ہوئے مقام پہلے جاؤ۔“

”میں نے سوچا کہیں المٹرے کوئی غیر متعلقہ حرکت نہ کر بیٹھے.... عورتوں

کی وجہ سے دنیا میں بہت کشت و خون ہوا ہے۔“

”ایک اور سہی.... مختصر سوزی!“

”پھر اس نہ کرو.... تم کافی پیو گے یا چائے؟“

”ٹھنڈا پانی ہر حال میں مجھے سکون پہنچاتا ہے.... کیا یہ المٹرے

کوئی فوجی ہے۔“

”نہیں.... بزنس مین.... غار و ڈنگ اینڈ کلیرنگ ایجنٹ

ہے....“

”ارے وہ المٹرے اینڈ کو.... پیرا ماؤنٹ بلڈنگ والی؟“

”ہاں وہی کیا تم ان کے ... کیسی کوئی کلیرنگ
کراچے ہو؟“
”ہاں؟ ... اُن پچھلے سال میرا بھائی کی معرفت
مجھے ملی تھی۔“

”تو تم مرزا القدر سے فانی طور پر واقف ہو
نہیں میں نے تو آج تک شکل بھی نہیں دیکھی
گماب دیکھوں گا وہ مجھے بدنام کرنے کی کوشش کر رہا ہے
.... میں اسے دیکھوں گا۔“
”تم عجیب آدمی ہو۔“

”اس کے دفتر ہی میں ہنگامہ برپا کروں گا وہاں ہی زیادہ
بے عزتی ہوگی وہ نہ تم مجھے وہیں لے چلو جہاں اس نے پایا ہے !
.... ظاہر ہے کہ وہ وہاں تنہا ہوگا لہذا اس کی یا میرے عزتی
کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکے گا صرف تم ہوگی اگر تم سچی کی
بے عزتی نہ دیکھی جائے تو اپنی آنکھیں بند کر لینا۔“
”کیا تم سنجیدگی سے گفتگو کر رہے ہو؟“ سو ذی سنہ
حیرت سے کہا۔

”قطعی سو فیصدی“

”الغرض یہ نہیں توڑ مروڑ کر رکھ دے گا۔ وہ آدمی نہیں جتن ہے۔“
”میں اسی طرح مرنا چاہتا ہوں تم مجھے لے چلو ورنہ مرزا
القدر سے کو مجھ سے شادی کوئی شے کی میری ایک معمولی سی توجہ
اسے قدموں پر لا ڈالے گی سمجھیں؟“

”اچھا..... کیوں دیاں جو کچھ بھی ہو..... اس کی تمام تر ذمہ داری
تم پر ہوگی..... یہ خطرات سے اٹھنا کر چکی ہوں۔“
”اں..... خطرات سے اٹھنا کر چکی ہو..... اگر میں اپنا ایک
ہاتھ یا پیروں کا ایک ٹو مجھے تم سے کوئی شکایت نہ ہوگی..... چلو اٹھو!“
”ارے اب اس وقت سوچو..... ہم دس بیچنگ دیاں پہنچیں گے..... اگر تم

ایک بار پھر سوچو.....
”یہ سب کچھ سوچ لیا ہے۔ اس کا تفسیر ہو جانا چاہئے۔ میں بدنامی
کا وارنٹ کر لی نہیں ہاں کیا ہوگا۔“
”تھوڑی آسوڑی نہ بظاہر بچے پیدا ہوئے کہ۔ لیکن اس کی آنکھوں میں
گہری تشویشات پڑھی جا سکتی تھی۔“
”مگر جانا کہاں ہوگا؟“

”میں ٹاؤن..... ہویشام لاج.....“ سوڑی نے غالباً بے خیالی میں
کہا۔ اوپر اس طرح چونک پڑی جیسے ناوانستکی میں کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہو۔
وہ چنے عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہی۔ پھر پوچھی: ”دیکھو! اس قفسے کو ہمیں
ختم کرو..... مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ اس کا تذکرہ نے بیٹھی..... میں سڑا لٹھڑے
کو دوسری طرح بھی ٹال سکتی تھی۔“
”اگر تم تذکرہ نہ کرتیں تو میں مرتے دم تک یہیں محاف نہ کرتا۔ کنفیو شنس

ہے کہا تھا.....
”کہا جو گا کنفیو شنس نے..... آخر تم سنجیدگی سے کیوں نہیں سوچتے
..... اگر سڑا لٹھڑے کو ختم آگیا تو.....؟“
”میں اس کے بجائے ایک ڈیڑھ آئیس کریم سے حلچوں گا! تم فکر نہ کرو!“

”وہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے عمران وہ کسی بڑھتی کی طرح مضبوط ہے
میں نے آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو اپنے جسم کے کسی حصہ سے
خود ہی داخل کی گولی نکالے اور خود ہی زخم کی ڈریسنگ کرے اور
اسی عالم میں اپنے پیروں سے چلی کہ کسی کو رخصت کرنے کے لیے صبر و رواہ
تک جائے۔“

”اوہ تو کیا المعزے ایسا ہی ہے ؟
ہاں عمران ! میں جھوٹ نہیں کہتی۔“
”پر واہ مت کرو بچپن میں ایک بار میں توپ کا گولہ نکل گیا تھا ...
اور اب تک شہزادوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہوں۔“
”تم سے خدا سمجھے“ سوزی دافٹ پیسی کر رہ گئی۔
عمران کچھ دیر تک بیٹھا رہا۔ پھر اٹھا ہوا ہولا ”میں ابھی آیا ہوں۔
دس منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔“

سوزی نے بڑی خوش دلی سے اسے اجازت دے دی۔ غالباً اس نے
سوچا تھا کہ یہ اسی بہانے سے مل جائے تو بہتر ہے۔

عمران کلب سے نکل کر ایک پبلک ٹیلیفون بوٹھ میں آیا اور وہاں سے
اپنے ماتحتوں کے یکے بعد دیگرے نمبر ڈائل کئے اور انھیں جلدی جلدی
مختلف ہدایات دے کر بوٹھ سے باہر نکل آیا۔

دفعتاً اس کی نظر سوزی پر پڑی جو کلب سے نکل کر تیزی سے ایک طرف
جھا رہی تھی۔ عمران نے بھی قدم بڑھائے اور جلد ہی اسے جا لیا۔

”اوہو تو تم بھی خود کو دھوکہ باز ثابت
کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔“

سوڑی رکی۔ اور چنڈھے بے حس و حرکت کھڑی رہی۔
 چہرہ ایک بے جان سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نظر آئی اور اس نے
 کہا "میں بھی جتنی شادی تم اسی بہانے سے ٹل گئے؟"
 "اور بے جاؤ.... کیا میں ڈرپوک ہوں.... کنفیوشس...."
 "خدا کے لئے...." وہ ہلکا ہلکا بولی.... "کنفیوشس نہیں...."
 مجھے اس نام ہی سے اختلاف ہوتا ہے۔
 "اچھا تو چلو.... واپس چلو.... ہم ٹھیک وہیں بجے ہیویشام لاج
 پہنچیں گے۔"
 "چلو! سوڑی مردہ سی آواز میں بولی۔
 اور وہ پھر کلب کی طرف واپس ہوئے۔



سوزی پاگل ہوئی جا رہی تھی۔
 اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔
 اس نے ہر سر پر طرح اسے بازو رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ نہ مانا۔
 اس وقت سائیکس نے فوج کے تھے اور عمران کی ٹو بیٹر موڈل ٹاؤن کی طرف
 دوڑی جا رہی تھی۔

”عمران! میں تمہیں پھر سمجھاتی ہوں۔“
 ”بہت مشکل ہے۔۔۔۔۔ اگر تم خوف محسوس کر رہی ہو۔۔۔۔۔ تو یہیں سے واپس
 و۔۔۔۔۔ میں ہیویشام لاج کو ضرور جاؤں گا۔“
 ”میں چاہتا ہوں کہ اس خطے سے اپنی غلطی تسلیم کر کے مجھے بدنام کر دینے سے باز

آجائے۔

”میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اسے اس پر آمادہ کر لوں گی.... مگر تم اس وقت اس کے جانے نہ جاؤ.... معلوم نہیں اس نے تمہارے لئے کسی قسم کا جال تیار کیا ہو.... میرے خدا میں نے سخت غلطی کی..... تم جیسا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا.....“

عمران کچھ نہ بولا۔

ٹو سیٹر پر اسے باتیں کرتی رہی۔

آخر وہ سوڈل ٹاؤن کی حدود میں داخل ہوئے۔ اور عمران نے محسوس کیا کہ سوزی کی سائنیں معمول سے زیادہ تیز ہو گئی ہیں۔

”ہیوٹیم لاج غالباً تیرے بلاک میں ہے۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں وہیں ہے.... ادھر عمران تم آخر اپنی عقل کیوں کھو بیٹھے ہو۔ اب بھی غنیمت ہے.... واپس چلو!“

”یہ ناخن ہے ڈیری! میں اسے پسند نہیں کرتا کہ کسی کی بیوی کا عاشق سمجھا جاؤں۔“

سوزی پھر چپ ہو رہی.... ٹو سیٹر تیرے بلاک کی طرف مڑ رہی تھی۔

”میرا دل بہت خشت سے دھڑک رہا ہے۔“ سوزی نے کچھ دیر بعد کہا۔

”چلو شکریہ کہ تم زندہ ہو.... میں تو سمجھا تھا کہ اس نے دھڑکنا چھوڑ دیا ہے۔“

ٹو سیٹر ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔

”چلو اترو! ادھر... یہاں تو جشن ہو رہا ہے۔ شاید کوئی کھڑکی بھی

ایسی نہیں ہے جس سے روشنی نہ جھانک رہی ہو!“

”عمران بھروسہ سوچ لو“ سوزی ہدیائی انداز میں بڑبڑائی۔
 ”سوچ لیا“ عمران نے کہا اور سوزی کو کھینچتا ہوا گاڑی سے اتر آیا۔
 عمارت کے صدر دروازے پر ایک دربان نے ان کا استقبال کیا۔ اور وہ
 ہاتھوں ہاتھ اندر پہنچا دیے گئے۔

وہ ایک کافی طویل و عرضی کمرہ تھا۔ انتہائی شاندار اور قیمتی ساز و سامان
 سے مزین اور آتش دان کے قریب تقریباً مضمحل کھڑی تھی۔ سوزی
 اسے دیکھ کر ٹھنک گئی تقریباً بہت حسین لگ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ
 اس کے چہرے پر پائے جانے والے اضمحلال ہی نے اس کی دلکشی میں اضافہ
 کر دیا ہو۔

عمران اسے آنکھ مار کر مسکرایا اور تقریباً نے ہونٹ سکود کر منہ پھیر لیا۔
 دفعتاً ان کی پشت سے ایک قہقہے کی گونج سنائی دی۔ اور وہ چپکے چپکے ...
 دروازے میں طویل قامت الفانسے کھڑا ہنس رہا تھا۔ اور سیر و اس کے پیچھے تھا۔
 ”مسٹر المحقرے کہاں ہیں؟“ سوزی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
 ”المحقرے“ الفانسے نے حیرت سے دہرایا ”یہاں کوئی
 المحقرے نہیں رہتا۔“

”میرے خدا!“ سوزی نے متحیرانہ انداز میں کہا ”آپ کی ادا تو مسٹر المحقرے
 ہی کی سی ہے مگر آپ“
 ”بہتیں کسی نے غلط پتہ بتایا ہے لڑکی“ میرا نام المحقرے نہیں الفانسے
 ہے۔“

”اور میں ان کا سوتیلو چچا لگتا ہوں!“ عمران نے دوبارہ تقریباً کو آنکھ
 مار کر بولا۔

سیر و نرا کر اس پر چڑھ دوڑا۔

”مٹھرو! افسانے نے روکتے ہوئے کہا: اسے دلوں لے چلو جہاں ہم
جس منائیں گے۔“

”اور یہ لڑکی؟“ سیر و نے سوزی کی طرف اشارہ کیا۔
”اسے بھی لے چلو! افسانے بولا: فی الحال اس کا ہر جانا مناسب نہیں
ہوگا۔“

”مسٹر اکتھر جسٹس... آپ کیا کر رہے ہیں؟“ سوزی بڑی مانی انداز میں چینی۔
”تم پھر غلطی کر رہی ہو... میرا نام افسانے ہے۔“
”پرگنہ نہیں... اگر آپ نے اپنی گھٹی مونچھیں نہ صاف کر دی ہوتیں تو...“
”چلو سچ مہی... مگر تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں... تمہیں
اس کام کا معقول معاوضہ ملے گا۔“

”سننا تم نے پاگل کتے...“ سوزی عمران کو دھنچھوڑ کر پاگلوں کی طرح چٹھا۔
”میں اب بھی یہی سمجھ رہا ہوں کہ یہ سب کچھ ایک دلچسپ مذاق ہے۔“ عمران
نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ اوہ ایک بار پھر تھریس گیا تو اٹھ ماروی۔
”چلو... اپنے ماتھے اوپر اٹھاؤ! سیر و ریوا اور نکال کر دھاڑا۔
”ہرشت...“ افسانے نے گراہیت سے کہا: ”ایک حقیر سے کیڑے بچے
لئے خواب بخواہ اپنی انرجی کیوں برباد کرتے ہو۔ ریوا اور حبیب بی دیکھ لو... یہ
یوٹی چلے گا۔“

”چلو... چلو! عمران مسکرا کر بولا: میں اس حبش سے... کانی
لطف اندوز ہوں گا۔“

وہ ایک بہت بڑے کمرے میں لائے گئے۔ یہاں ایک طرف تقریباً سو مربع فٹ

چینچ ہال میں گونج اٹھی..... کسی کو بھی نہ معلوم ہو سکا کہ ایک ایک نقشہ کیسے بدل گیا تھا۔

بس آگ کے قریب پہنچتے ہی انہوں نے سسپرو کو اچھلتے دیکھا، جو اپنے ڈیل ڈول ممیت عمران کے سر پر سے گزرتا ہوا آگ میں جا پڑا تھا۔
"اب تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو....." عمران نے ان کی طرف
مڑ کر کہا۔

اس لمحے ہاتھ میں ریو اور تھا۔
جو شاید اس نے اسی دوران میں سسپرو کے ہوش سے کھینچ لیا تھا.....
سسپرو آگ سے اچھل کر عمران کے قریب آ پڑا۔
"اب اس کے منہ سے آوازیں نہیں نکل رہی تھیں لیکن وہ کسی زخمی باز کی
طرح تڑپ رہا تھا۔

ان لوگوں نے چپ چاپ ہاتھ اٹھا دیئے۔
چونکہ حالات غیر متوقع طور پر بدلے تھے اسی لیے انہیں کچھ سوچنے کچھ
کا موقع نہ مل سکا۔

یہ تیسرا اور شاید آخری موقع ہے الفافے! عمران مسکرا کر بولا: "لہذا
قبل اس کے کہ ہم رخصت ہوں جہن ہو جائے..... میری طرف سے دعوت ہے
..... سداڑی! تم اس شریفانہ آدمی کو کھول دو جو کرسی بندھا ہوا ہے۔"
سوئی کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کرنل ناود کو کھولنے لگی عمران نے پھر
الفافے کو مخاطب کیا: "اگھم وہ سونے کی مڑھیرے والے کدو..... جسے غیر
لاڈلہ سکواٹر کا غذا بنانا مشکل ہیں..... تو میں تمہیں نکل جانے دے گا....."
عمران کا وعدہ ہے!

”کیا یہ حقیقت ہے؟.... کہ عمران کاغذات کے ساتھ نہیں تھی؟...“
 الفانسے نے آہستہ سے پوچھا۔
 ”نہیں!“

”تب تو.... ہم اب تک بیکار ہی اپنا وقت ضائع کرتے رہے!“
 الفانسے بڑبڑایا۔

”ہا ہا....“ عمران نے تہقہہ لگایا۔.... ”تم کسی بیوقوف آدمی کو بیوقوف
 نہیں بنا سکتے....“ الفانسے!۔
 الفانسے کچھ نہ بولا۔

عمران نے سوزی سے کہا ”ریکارڈ لگا دو.... جشن ضرور ہوگا....“
 پھر وہ سیر و کو آواز دینے لگا۔ جو اب بھی بڑھتے پیر شیخ نہ رہا تھا۔ اس کی شکل
 بڑی ڈراؤنی لگ رہی تھی۔ سر سے بال غائب ہو گئے تھے.... بھنویں صاٹ
 اوندھروں میں ہو گیا تھا.... موسیقی کی لہریں ہال میں منتشر ہونے لگیں۔
 ”ناچو! عمران چیخ کر بولنا چاہتے رہو.... ورنہ ایک ایک کو گول کا نشانہ
 بنا دوں گا....“ دقش شروع ہو گیا.... نگہ وہ اس طرح لڑکھڑادیے تھے جیسے
 بہت زیادہ پی گئے ہوں.... صرف ایک جوڑا ایسا تھا جو اس حالت میں بھی
 ڈھنگ سے ناچ رہا تھا.... یہ تھرریسیا اور الفانسے تھے.... ویسے
 الفانسے کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں.... اوہ تھرریسیا کچھ ہونٹوں پر
 عجیب سی مسکراہٹ تھی!

”بند کرو یہ پاگل پن....“ سوزی نے گلوں کی طرح چیخے گی۔ ”تم سمجھو
 یہ غیبت دعو حیب منڈلا رہی ہیں.... بند کرو....“ بند کرو....
 اسی کی چیخیں موسیقی کی لہروں سے الجھ الجھ کر لڑکھڑاتی رہیں۔ موت